ترتیبِ جدید

سلسلۂ منتخباتِ نظمِ اردو

مناظرِ قدرت

مرتبہ

محمد الیاس برنی ایم اے ال ال بی (علیگ)

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد سوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء

بار چہارم قیمت عہ

اس سلسلہ کے تینوں سٹوں کی بارہ کتابوں کے ملنے کے پتے :-

(۱) محمد مقتدیٰ خاں شروانی - علی گڑھ

(۲) محمد الیاس برنی - بیت السلام - حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی - لہاری دروازہ - لاہور

گزارش

کھلتا کسی پہ کاہے کو دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

یہ سلسلہ منتخبات کیا ہے۔ سراسر اپنے دل کی کہانی ہے۔ کہنے کو شاعروں کی زبانی ہے۔ ہر شعر کا یہ حال ہے ؎

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

قدیم و جدید اور معروف و غیر معروف شعرا کے کلام میں جہاں بھی اپنے دل کی باتیں نظر آئیں گی فراہم اور مرتب ہو ہو کر نئی جلدوں میں شائع ہوتی جائیں گی۔ انشاءاللہ

کتابیں ختم ہو چکی تھیں اور فرمائشوں کی بھرمار تھی تاخیر سے تقاضوں کی نوبت آگئی تیسرے اڈیشن میں لاجرم بہت عجلت کرنی پڑی۔ گرچہ وہ جدید ترتیب اور اضافۂ مضامین کے ساتھ بمقابل سابق بہت بہتر شائع ہوا۔ تاہم کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں رہ گئیں بعض نظمیں بے محل درج ہو گئیں اور چند درج ہونے سے رہ گئیں۔ اس چوتھے اڈیشن میں یہ خامیاں بھی رفع ہو گئیں اور بفضلہٖ سلسلہ اپنے حسن کمال کو پہنچ گیا۔ فالحمدُ للہِ علی احسانہٖ

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن
جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

محمد الیاس برنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح ترتیب جدید

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن وعشق اور گل وبلبل کی پرانی داستان ہے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اس سلسلہ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہوگا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سر

ڈھنتے ہیں ان کی ہم پلہ نظمیں خود ان کی اردو زبان میں موجود ہیں شعر و سخن کے چمن کھلے ہوئے ہیں جن کے رنگ و بو سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفریح ہوتی ہے امید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھ کر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہوگی اور ان کی قدر دانی و توجہ سے اردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سنہ ۱۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارفِ ملت مناظر قدرت اور جذبات فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پہلا سٹ کہلائیں ملک نے بہت گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے ادیبوں اور نقادان سخن نے انتخاب اور ترتیب کی داد بلکہ مبارکباد دی۔ ہر طرف سے فرمائشوں کا تار بندھ گیا۔ اور ہاتھوں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں انعامات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہوگئیں۔ اس قدر شناسی اور ہمت افزائی نے قدرتاً نئے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کر دی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور ۱۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سٹوں کے دوسرے اڈیشن بھی نکل آئے سنہ ۱۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ چلتے رہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل

آیا۔ اس طرح پانچ سال کے اندر اندر سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہو گئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمد للہ ان کتابوں نے امید اور توقع سے بڑھ کر شہرت و مقبولیت حاصل کی قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیش نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی بہو بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچھا مشغلہ پا لیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا سامان بن گئیں۔ غرض کہ صدہا اردو پرست گھرانے اس سلسلہ کے معتقد بلکہ مرید ہو گئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اس سے ظاہر ہے کہ اردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے۔ یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظموں کو اس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہو سکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مدارج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فائق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیریٹو اسٹڈی

کہتے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید برآں اس قسم کی ترتیب سے اُردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کن کن مضامین کی فضاہیں اُردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھ کر بہت سے منکر اور غافل اُردو شاعری کے قائل بلکہ معتقد ہو رہے ہیں۔ حالانکہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔

ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں کے ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا۔ اس سے بڑھ کر جدّت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یک جا ترتیب دے کر ان سے نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں جو مستقل نظموں میں نایاب ہیں۔ میر تقی میر، مرزا غالب اور اکبر الٰہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنجیدگی میں شاعر کے منہ سے حقایق کے پھول

جھڑتے رہتے ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کر کے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلدستے بنائے۔ نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد پھر ان پر ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگا دیے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک اُردو شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اس خطہ کے سرسری رہروں کو اکثر ایک خودرو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر آتے تھے۔

کُل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا۔ بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔ شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چار سٹ مرتب ہو کر بارہ جلدیں شائع ہوئیں گرچہ سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی کی کافی گنجائش باقی رہ گئی مضامین کی مجانست ترتیب کی روح رواں ہے۔ وافر مواد مہیا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجانست مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور جداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اور نظمیں بھی شامل ہو گئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں از سرِ نو

شائع کی جاتی ہیں اور آئندہ یہ ان کی مستقل شکل رہے گی۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلا سٹ

معارفِ ملت

جلد اوّل۔ متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں جن میں دین و ایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعۂ کربلا کے ۱۵ جگر دوز نشتر لذت شہادت تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہے۔

جلد سوم۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابل دید ہیں۔ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم متعلق اخلاقیات یعنی اردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابلِ قدر تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے

دوسرا سٹ

جذبات فطرت

جلد اول۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میرؔ کے متفرق اشعار کو ترتیب دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں۔ یہ کتاب بھی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالب اور اُس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ، ظفرؔ اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب۔ غزلیات کے علاوہ مرزا غالبؔ کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو گوناگوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابلِ دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعراء کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابلِ دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعراء کے کلام کا دلکش انتخاب شاعری کے جدید دور کا اس سے خوب اندازہ ہوسکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل۔ متعلق اوقات یعنی صبح شام، دن، رات۔ دھوپ، چاندنی، موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دل کش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ ان کو دیکھ کر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے نیچر پرستوں کے لیئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا کھیت، باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے ان سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظم پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں

سے اُن کی سیر کر رہے ہیں۔

جلد سوم متعلق نباتات و حیوانات یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے، تتلیاں چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشیائے قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم متعلق عمرانیات۔ یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید تیوہار، غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں جلسے کھیل تماشے وضع لباس، صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیشِ نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظرِ قدرت کی پہلی تین جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آئندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع ہوتی رہے گی۔ اور ہر جلد میں معارفِ ملت۔ مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت تینوں حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے ہر حصّہ

ں جُداگانہ جلد مرتب ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح
ری رہ سکا تو امید ہے کہ اُردو کا بیشتر قابل قدر کلام یک جا محفوظ ہو جائے گا۔
ور شائقین کو بلا دقت دستیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم
زرگوں اور مخلص احباب کی فرمائش جاری ہے بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی
ہلت اور موقع شرط ہے۔ ممکن ہے کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب
ں کبھی شائع ہو کر شرفِ مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوفِیقِیُ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

جامعۂ عثمانیہ حیدر آباد دکن

دسمبر ۱۹۲۶ء

محمد الیاس برنی

تمہید

اُردو شاعری کی بھی عجب افتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی ادبار کی بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود فرماں روائے وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دھن میں مست تھے۔ شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مداحوں کی واہ وا نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قدرتاً اسی رنگ میں رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حُسن

پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مُردنی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے۔ یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرائش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حُسن چھپا رہا مبالغوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیئے۔ اگر کہیں اس رنگ میں امانت، جرأت، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے مخصوص طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی۔ فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ ان واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونہال جُھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجئے اس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کم یاب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جابجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایۂ حیات اور

سرمایہ مباہات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں۔ ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور روح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے۔ ہنستوں کو رُلاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر بھر دیا ہے۔ کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفسیات کے دربار سے اسی کو بقائے دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعت ادب ترقی زبان اصلاح تمدّن کی ایک عمدہ سبیل یہ ہے کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتّب کر کے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے ذوق سلیم پیدا ہوتا ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصابِ تعلیم میں داخل ہیں۔ بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہے لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات

کا انتظار رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملّت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی۔ حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجئے اوّل تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اردو شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دور میں ہوش سنبھالا قدرتاً کلام یاس و اور یاس انگیز رہے۔ دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، فتادگی و خود فراموشی، سکون و خموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر ناممکن ہے کہ اسے سُن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو شاعری کی یہ بدولت ہماری جیسی مضمحل اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہے کہیں خدا نخواستہ جد و جہد کے رہے سہے ولولے اور ترقی کی امنگیں پھر

سرد نہ پڑ جائیں۔ اس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہے جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اولوالعزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرم جوشی پھیلے اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہے۔ لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں اب جاکر نقاشی شروع کی ہے اور ابھی وہ زمانہ دور ہے جب کہ نیچر کی تصاویر منہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجائش ہے اور بحالتِ موجودہ غالباً انگریزی شاعری اس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اُردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ بحالنسبتِ مضامین کے لحاظ سے اس کے تین جداگانہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی

بقول غالبؔ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دلکش تصاویر کا مرقع۔

ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نومشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں بھی درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بو سے کوئی نظم خالی نہیں۔ بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابل قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں پس پوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔ خدا جانے انھیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں۔ علاوہ بریں ارتقاء شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر

نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو امید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے باایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دانے کچے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی و لطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیش نظر رکھ کر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا۔ مفید مطلب مقامات چھانٹنا۔ حسب صلاحیت ان کو از سرِ نو ملانا یا جداگانہ نظموں کی شکل میں لانا، پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون وار اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا۔ اب کہیں اس سلسلۂ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آئندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ امید ہے کہ اس طرح پر اردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل، دماغ بلکہ روح کو تفریح و جلا ملتی ہے ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالیٰ

ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی یا اس کی طباعت وغیرہ کا حسب دلخواہ اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنون احسان ہے۔

مُلک کو زبان اُردو کو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد ثابت کر دے گا۔ اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن،
اگست سنہ ۱۹۱۹ء

محمد الیاس برنی

مناظرِ قدرت

جلد سوم

فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضامین متجانسہ درج ہیں۔

صفحہ

صفحہ

فہرست مضامین جلد ۳ صفحہ

صفحہ

فہرست منظ… جلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناظرِ قدرت

جلد سوم

۱۔ برگِ گل

ورق مصحفِ حکمتِ رب کا ہی یہ کہیں برگِ گل کی نہ ہو پائمالی
یہ گل۔ آہ یہ جانِ حُسن و نزاکت یہ صانع کا آئینہ بے مثالی
نثار اِس پہ حُسنِ حسینانِ عالم فدا اس پہ شاعر کی نازک خیالی
یحبّ الجمال اِس کی خوبی سے ثابت
ادب اس کا تعظیمِ صنّاعِ عالی

خاتون از علی گڑھ

۲- پھولوں کی بہار

دے رہی ہے لطفِ گُل مہندی کی ہر جانب قطار
اس کی ہر ہر شاخ پر ہیں پھول بے حد بے شمار
سرخ ہے کوئی گلابی ہے کوئی نیلا کوئی
چھوٹی چھوٹی چتیاں ہیں بعض پھولوں پر پڑی
ایک جانب پھول گیندے کے کھلے ہیں زرد، زرد
جن کے آگے رنگ سونے کا بھی ہو جاتا ہے گرد
اس کی خوشبو سے معطّر دامنِ گلزار ہے
پھول یہ چنپا کا ہے یا طبلۂ عطار ہے
دیکھ کر بشاش ہو جاتا ہے قلبِ پُر محن
پھول گڑہل کا ہے یا آویزۂ گوشِ چمن
محوِ حیرت ہے لطافت دیکھ کر رنگِ گلاب
یہ وہ گل ہے جس کا مل سکتا نہیں ہرگز جواب

حُسن میں ڈوبی ہوئی ہو اس کی ہر ہر پنکھڑی
اس کی خوشبو ہے مشامِ آرزو کی زندگی

صبح کو اُس کے لئے کیا کیا ترستی ہے نسیم
کیا قیامت ہے گلِ شبّو کی جاں پرور شمیم

یا الٰہی ان میں یہ باتیں کہاں سی آ گئیں
دیکھ کر حیران رہ جاتی ہی چشمِ نکتہ بیں

ھادی

۳- گلاب کا پھول

ہر ایک پھول سی اعلیٰ ہی یہ گلاب کا پھول،   کہاں چمن میں ہی اس کے کوئی جواب کا پھول
ریاضِ دہر میں نخلِ طرب مآب کا پھول   بجا ہی اس کو کہیں ہم اگر شباب کا پھول

کہ بادشاہ ہی پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آب تاب کا پھول

خدا نے دی ہی اسے کیا ہی خوشنما صورت   عیاں ہی جس سی ہر اک اس کا جلوہ قدرت
دلوں کو مست کئی دیتی ہی وہ نئے نکہت   کہاں گلوں کو میسر یہ روپ یہ رنگت

کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

اسی کا گلشنِ عالم میں بول بالا ہے ہزار پھول ہیں پر سب سے یہ نرالا ہے
مگر گلاب کہیں مرتبہ میں اعلیٰ ہے گلابِ چین ہے سورج مکھی ہے لالہ ہے

کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

بلائیں لیتی ہے منہ چوم چوم کر ہر بار چمن میں صبح کو آتی ہے جب نسیمِ بہار
دعائیں دیتی ہیں سب بلبلیں ہزار ہزار نثار کرتی ہے شبنم بھی گوہرِ شہوار

کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

اسی شمیم سے بوئے بہشت آتی ہے دل و دماغ کو بو بھینی بھینی بھاتی ہے
طراوت آنکھوں میں دل میں سرور لاتی ہے شگفتگی یہی دل کش فضا دکھاتی ہے

کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

بسمل

۴۔ گلاب کا پھول

ہے عجب دلربا گلاب کا پھول — ہے عجب خوش نما گلاب کا پھول

سارے پھولوں کے ہے یہی سرتاج — صحنِ گلشن میں ہے اسی کا راج

غور کرنے پہ ہم اگر آئیں — سیکڑوں قسمیں اس کی گنوائیں

مختصر ہے کوئی کوئی ہے بڑا — ایک کا رنگ دوسرے سے جُدا

سرخ کوئی، کوئی گلابی ہے — ہلکا ہلکا سا کوئی آبی ہے

ہے کسی گل کا زرد، زرد لباس — شربتی جامہ ہے کسی کے پاس

اِس کے رنگوں میں جو لطافت ہے — اِس سے ظاہر خدا کی قدرت ہے

ہے عجب بات اس کی صورت میں — دیکھکر جس کو دل ہے حیرت میں

بلبلیں اس کو پیار کرتی ہیں — اس کی ہر ہر ادا پہ مرتی ہیں

ناز کرتی ہے اس پہ فصلِ بہار — اس کی خوشبو سے مست ہے گلزار

اس کی ممنون ہے نسیمِ بہار — ہے چمن کا اسی کے دم سے وقار

اس کی پیاری ادا پہ مرتے ہیں — اس کا بھونرے طواف کرتے ہیں

اس کے جوہر میں کیا لطافت ہے — عطر اس کا غضب ہے آفت ہے

پُراثر اس کی ذات سے ہے دوا　　اس میں پنہاں ہے ہر طرح کی شفا
الغرض کچھ عجیب چیز ہے یہ　　سب کو ہادی بہت عزیز ہے یہ
سب اداؤں پہ اس کی مرتے ہیں　　اس کی سب دل سے قدر کرتے ہیں
ہے دعا اس کے حق میں اے مولا　　اس کو چھیڑے کبھی نہ بادِ فنا
اس کا کوئی نہ ہو جہاں میں رقیب
دستِ گلچیں نہ آئے اس کے قریب

ہادی

۵۔ بیلا

کس قدر دلفریب ہے بیلا　　خوش نما دل پذیر البیلا
ہے بھرا اس کی ذات سے گلزار　　دیدنی شام کو ہے اس کی بہار
اس کا پودا فلک سے برتر ہے　　اس کا ہر پھول رشکِ اختر ہے
شوق سے اس کو توڑ لاتے ہیں　　لوگ ہمدم اسے بناتے ہیں
حسن افزائے مہ جبیناں ہے　　رونقِ محفلِ حسیناں ہے
اس سے پاتے ہیں تقویت ارواح　　بزمِ عشرت کی ہے یہ روحِ رواں

بوئے خوش اس کی دل کو بھاتی ہے   تازگی اس سے روح پاتی ہے

اس کا رنگِ صبیح آفت ہے

اس کی صورت خدا کی قدرت ہے

ھادی

۶- جوہی

پیاری جوہی تجھے خدا کی قسم   تجھ میں ہے کس کے حسن کا عالم

تجھ میں کس شوخ کی صباحت ہے   کس کی زلفوں کی تجھ میں نگہت ہے

تازگی تو نے کس کی پائی ہے   تو یہ صورت کہاں سے لائی ہے

باغ آباد ہے ترے دم سے   تیری خوبی جُدا ہے عالم سے

باغ سے تجھ کو توڑ لاتے ہیں   لوگ سر پر تجھے بٹھاتے ہیں

ناز بردار ہیں حسین تیرے   خود طلبگار ہیں حسیں تیرے

جب تجھے آنکھوں سے لگاتے ہیں   تمکنت ساری بھول جاتے ہیں

گو سمجھتے ہیں ہم رقیب ہے تو

پھر بھی دلکش ہے خوش نصیب ہے تو

ھادی

جلد۳

۷۔ کنول کا پھول

تو وہ چراغ ہی جس کو فروغ آب میں ہے
غضب کا قہر تری چشم نیمخواب میں ہے
عجب بہار ترے حسنِ لاجواب میں ہی
نہ یاسمن میں نزاکت نہ یہ گلاب میں ہے

ہر ایک پھول سے انداز ہے جدا تیرا
کہ دل نشیں ہے عجب کنجِ پُر فضا تیرا

لبِ نسیمِ سحر پر ہے گفتگو تیری
کشاں کشاں لئے پھرتی ہی جستجو تیری
ہزار دل سی ہی بھونرے کو آرزو تیری
کہ مست رکھتی ہی صہبائے خوش گلو تیری

فضائے آب میں سرمست جام ہی تیرا
شہیدِ لذتِ شربِ مدام ہے تیرا

ترے چراغ پہ پروانہ وار گرتا ہے
وفورِ شوق سے بے اختیار گرتا ہے
بلائیں لیتا ہے ہو کر نثار گرتا ہے
قریب آ کے ترے بار بار گرتا ہے

یہ بیخودی یہ پروں کی تپش یہ سرعتِ شوق
ذرا سے کیڑے میں ہی کس بلا کی وسعتِ شوق

یہ ڈھیمی ڈھیمی فغاں اور یہ ناشکیبائی — یہ جوشِ دردِ محبت یہ نالہ فرسائی
یہ آستاں پہ ترے شوقِ ناصیہ سائی — یہ تیرے کنج میں دن بھر نسیم پیمائی

سوادِ شب میں بھی دُھن ہے ترے شبستاں کی
مگر تلاش کسی کے ہے حسنِ پنہاں کی

شاکر

۸۔ کلی کی بے کلی

نسیم نے مجھے آ آکے گدگدایا ہے — اسی سے میرے لبوں پر تبسّم آیا ہے
یہ میری بو کو نہ چھوڑیگی میں سمجھتی ہوں — مرے حجاب کو توڑے گی میں سمجھتی ہوں
بنے گی ہاتھ مرے پیرہن کو کھولے گی — کلید ہو کے یہ قفلِ دہن کو کھولے گی
جو میں ہنسونگی تو گلچیں مجھے نہ چھوڑے گا — وہ سلسلہ مری حبِّ وطن کا توڑے گا
شجر کی شاخ نہ مجھ کو نصیب پھر ہو گی — شعاعِ مہر نہ میرے قریب پھر ہوگی
کہاں یہ رات کو تاروں کی چھاؤں میں رہنا — جگر چھدے گا بنوں گی میں ہار یا گہنا
گلے پڑوں گی میں جس کی وہ ملکے چھوڑیگا — مرے لباس کی رنگت بدل کے چھوڑیگا
جفائیں سہنے کو شاید جہاں میں آئی ہیں — ہوئی یہ چوک کہ حسن اور جان لائی ہیں

یہ بے زباں ہے نہ اس پر ستم کرو گل چیں
کہے یہ کون کہ اللہ سے ڈرو گل چیں

وہ کیا سُنے گا اُسے کوڑیوں کا لالچ ہے
طمع ہے سخت بُری چیز شوقؔ یہ سچ ہے

شوق قدوائی

۹۔ پھول کی فریاد

کیا خطا میری تھی ظالم تو نے کیوں توڑا مجھے
کیوں نہ میری عمر ہی تک شاخ میں چھوڑا مجھے

جانتا گر اس ہنسی کے دردناک انجام کو
میں ہوا کے گدگدانے سے نہ ہنستا نام کو

شاخ نے آغوش میں کس لطف سے پالا مجھے
تو نے مَلنے کے لئے بستر پہ لا ڈالا مجھے

میری خوشبو سے بسائے گا بچھونا رات بھر
صبح ہو گی تو مجھے تو پھینک دے گا خاک پر

پتیاں اڑتی پھریں گی منتشر ہو جائیں گی
رفتہ رفتہ خاک میں ملجائیں گی کھو جائیں گی

تو نے میری جان لی دم بھر کی زینت کے لئے
کی جفا مجھ پر فقط تھوڑی سی فرحت کے لئے

دیکھ میرے رنگ کی حالت بدل جانے پہ ہے
پتی پتی ہو چلی بے آب مرجھانے پہ ہے

پیڑ کے وہ سبز پتّے رنگ میرا اُن میں لال
جس طرح کاہی دوپٹے میں کسی گلرو کے گال

جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی
حیف ہے بچّے سے ماں کی گود خالی ہو گئی

تتلیاں بے چین ہوں گی جب نہ مجھ کو پائیں گی
غم سے بھونرے روئیں گے اور بلبلیں چلائینگی

دودھ شبنم نے پلایا تھا ملا وہ خاک میں
کیا خبر تھی یہ کہ ہے بے رحم گلچیں تاک میں

مہر کہتا ہے مری کرنوں کی سب محنت گئی
ماہ کو غم ہے کہ میری دی ہوئی رنگت گئی

دیدۂ حیراں ہی کیاری باغباں کے دل پہ داغ
شاخ روتی ہی کہ ہے ہے گل ہوا میرا چراغ

میں بھی فانی تو بھی فانی سب ہیں فانی دہر میں
اِک قیامت ہے مگر مرگِ جوانی دہر میں

شوقؔ کیا کہتے ہیں تو سُن بے سمجھے مان لے
دل کسی کا توڑنا اچھا نہیں تو جان لے

شوق قدوائی

۱۰- اندھی پھول والی کا گیت

گود میں مالن کے ہیں ٹوٹے ہوئے ڈالی کے پھول
لو خریدارو یہ اندھی بیچنے والی کے پھول

تم ہو جس دنیا کے ساکن نور کی دنیا ہے وہ
عالَمِ ظلمات- مجھ مجبور کی دنیا ہے وہ

ہو مبارک تم کو دنیا کے نظارے دیکھنا
دن کو نورِ مہر، شب کو چاند تارے دیکھنا

میں وہاں ہوں ہے اندھیرا گھپ جہاں چھایا ہوا
ہے تصوّر اس سیہ خانہ میں گھبرایا ہوا

تم کو قدرت نے عطا کی قوتِ نظارگی
اور ہیں محرومِ قدرت، بندگی بیچارگی

نظمِ دنیا کا ہے جامِ جم تمہارے واسطے
تم ہو عالم کے لئے عالم تمہارے واسطے

فلسفۂ قدرت کا اِن پھولوں میں دکھلاتی ہوں میں
اِن میں جو جو خوبیاں ہیں تم کو سمجھاتی ہوں میں

طفلِ غنچہ بڑھ کے یہ آزادِ گل بوٹے ہوئے
آ گئی ہیں اپنی ماں کی گود سے چھوٹے ہوئے

وہم ہے نقش و نگارِ گل غلط ہی یہ گماں
عارضِ گل پر ہیں پیاری ماں کے بوسوں کے نشاں

باعثِ عبرت ہی ان کا عالمِ افسردگی
مادرِ گیتی سے چھٹ کر پائی ہے پژمردگی

نازپروردِ چمن ہیں یہ جوانانِ حسین
حُسن کی دنیا کے ساکن ہیں یہ یارانِ چمن

کل کے دن تک تھے یہی سب طرۂ دستارِ باغ
ان کی رونق دیکھتی تھی نرگسِ بیمارِ باغ

دستِ گلچیں سے حفاظت دل میں تھے ٹھانے ہوئے
خارِ گلشن ہر طرف تھی برچھیاں تانے ہوئے

جب ہوئے پورے جواں تو ہو گئے عاشق مزاج
اب خود ان کو صاحبانِ حُسن کی ہے احتیاج

آرزو یہ ہے کسی کی طرۂ دستار ہوں
خواہشیں یہ ہیں حسینوں کے گلے کا ہار ہوں

باوفا خود ہیں اور ہر حالت میں یہ دلسوز ہیں
اور حسینوں کو اتالیقِ وفا آموز ہیں

ہمدمِ راحت بھی ہیں اور غمگسارِ غم بھی ہیں
رونقِ شادی۔ شریکِ محفلِ ماتم بھی ہیں

صرفِ بزمِ عیشِ معشوقِ ستم ایجاد بھی
اور کبھی زیبِ مزارِ عاشقِ ناشاد بھی

لو خریدارو چلو یہ بے رُخی اچھی نہیں
رات بھر کی ہی یہ رونق صبح کو کچھ بھی نہیں

خندہ زن ہیں ایک شب کی زندگانی کے لئے
اپنے گھر لیجاؤ ان کو میہمانی کے لئے

احسن لکھنوی

۱۱ - مرجھایا ہوا پھول

ہے عجب عالم فضائے باغ پر آیا ہوا
ہر طرف تصویر کا سا ہے سماں چھایا ہوا

جس شجر کو دیکھئے تنتا ہے اپنے حسن پر
پھول جو دیکھو جوانی پر ہے اترایا ہوا

سیدھے منہ سے بات تک کرتے نہیں غنچہ ذرا
ان کا غرہ آج کل زوروں پہ ہی آیا ہوا

دیکھئے موجِ صبا کو کچھ اکڑ سی ہے اکڑ
کہتی ہے سارا جہاں ہے میرا مہکایا ہوا

یہ سماں ہی دیکھتا ہوں پھر اسی گلزار میں
اک طرف کو شاخ پر اک پھول مرجھایا ہوا

اس بھلے پھولے چمن میں یہ گلِ پژمردہ ہے
یا کوئی حسرت کا پتلا عاشقِ دل مردہ ہے

کل اسی گل کا عجب انداز تھا طرفہ نکھار
تھی محبت سے لئے آغوش میں اس کو بہار

لیتی تھی اس کی بلائیں گرد پھر پھر کر نسیم
چھینکتی تھی اوس موتی اس کے اوپر وار وار

چاند نا سا مسکراہٹ سے تھا اس کی چار سو
تھیں ہوائیں اس کے دم سے مشک بیز و عطر بار

کس کے دل میں چٹکیاں لیتی نہ تھی اسکی ادا
دیکھکر صورت کو اس کی کس کو آتا تھا نہ پیار
لونڈیوں کی طرح جھلتی تھی اُسے پنکھا صبا
سر پہ چھتری اس کے تھا کھولے ہوئے ابرِ بہار
نازپروردِ عناصر تھا بجا کہنا اُسے
دیکھ کر اس کو نہیں پھولی سماتی تھی بہار

دیکھ پاتا تھا ذرا اس کو جو کوئی گُل عذار
چاہتا تھا جھٹ گلے کا اپنے کرے اُس کو ہار

نام کو اس کی ہنسی میں تھا نہ غم کا شائبہ
کیا خبر تھی جلد اُڑ جانے کو ہے رنگِ بقا
تھا رگوں میں اس کی گویا موجزن آبِ حیات
اس کو کیا معلوم تھا چلنے کو ہے بادِ فنا
گود میں بادِ بہاری نے کھلایا تھا اسے
چومتی تھی اس کا ماتھا پیار سے بادِ صبا
کی جو کچھ بادِ سحر نے اس سے آکر چھیڑ چھاڑ
گدگدانے سے یہ اس کے کھلکھلا کر ہنس پڑا
کچھ ہوا اٹھکھیلیوں سے اس کی ایسا خندہ زن
ہنستے ہنستے آنکھ میں شبنم کا آنسو آگیا
چومتی تھیں اس کا منہ جھک جھک کے شاخیں بارہا
اونگھتے کو ٹھیلتے کا اِک بہانہ تھی صبا

اُس کی بو کی باندھتی تھی کل ہوا موجِ نسیم
انقلاب آیا ہے لیکن آج یہ کتنا عظیم

جانتی تھی کل اسے جو شاخ اپنا تاج سر
آج ہے اُس کے لئے یہ بارِ خاطر سے تبر
درد سے اس کی نہیں بھرتی ہے ٹھنڈی سانس تک
سرد مہر ایسی ہوئی ہے آج تو بادِ سحر

ڈھونڈھتی تھی کل بہانے اس سے لگ چلنے کے تو — آج کترانے لگی ہے اس سے تو کیوں اس قدر
آج آنکھیں پھیر لیں گلچیں نے گر اس سے تو کیا — رال اُس کی بھی ٹپکتی تھی اُسے کل دیکھ کر
اپنے اپنے حال میں ہیں مست سُکّانِ چمن — کس کو پروا ہے کرے جو اس کی حالت پر نظر
کل گلِ تر تھا۔ تو تھا گُل گونۂ رُوئے سخن — حرفِ تشبیہِ عذارِ مہوشانِ سیمبر

اب زبانِ شعر میں ہم معنیٔ حسرت ہے یہ
اہلِ بینش کو چراغِ دیدۂ عبرت ہے یہ

اے تماشائی مزے سیرِ چمن کے لوٹ کر — اس گلِ پژمردہ کی جانب ذرا کرنا نظر
یہ دکھاتا ہے اگر ہوں عقل کی آنکھیں کھلی — کوئی دن کے ہیں سب اس کے حسن کے یہ کرّ و فر
ہوش کے کانوں سے سُن یہ کہہ رہا ہے صاف صاف — اس دوروزہ زندگی کو اس طرح کر تو بسر
کاٹ دے ہنس کھیل کر اس مختصر ہستی کو تو — دے خوشی سب کے دلوں کو ورنہ پہنچے گا ضرر
چار سُو پھیلے جہاں میں بو ترے اخلاق کی — دیکھ کر تجھ کو دلوں سے دور ہو غم کا اثر
کل کو چھا جائے نہ ان پر موت کی پژمردگی — التفاتِ دوستاں کی آج ناداں قدر کر

ہے مری پژمردگی تاویلِ رویائے حیات
میری اک اک پنکھڑی تفسیرِ آئینِ ممات

نیرنگ

جلد۲

۱۲- موسمِ سرما کا آخری گلاب

یہ آخری گلاب کا ہے یادگار پھول　　اور شاخ پر کھلا ہوا تنہا چمن میں پھول
بیکس غریب فرقتِ احباب میں ملول　　دھندلا سا اک چراغِ شبِ انجمن میں پھول

ہے کوئی غمگسار نہ ہمدم کوئی قریں　　بچپن کے آشنا ہیں نہ وہ خانداں کے پھول
رخصت ہوئے چمن سے رفیقانِ ہمنشیں　　بکھرے پڑے ہیں خاک پہ اب گلستاں کے پھول

ننھی سی آہ کوئی کلی بھی نہیں قریب　　ڈالے جو عکس پھول سے رخ کا غریب پر
کچھ دردِ دل کا حال کہے جس سے غم نصیب　　جو اس کی آہِ سرد کو سن کر ہو نوحہ گر

کملانے دونگا تجھکو میں تنہا نہ شاخ پر　　ڈر ہے نہ کنج میں تری مٹی خراب ہو
احباب سو رہے ہیں جہاں تیرے بیخبر　　جا تو بھی اُن کے ساتھ ہم آغوشِ خواب ہو

کب تک زباں پہ فرقتِ احباب کا گلا　　اب تیری پتیاں میں بچھاتا ہوں خاک پر
ہیں محوِ خوابِ مرگ جہاں تیرے آشنا　　تجھکو بھی اُن کے ساتھ سلاتا ہوں خاک پر

رختِ سفر اُٹھاؤنگا میں بھی جہاں سے جلد　　احباب مجھ سے جب مرے ہو جائیں گے جدا
چھوٹوں گا مر کے ہجر کے دردِ نہاں سے جلد　　تنہا کوئی جہاں میں جیا بھی تو کیا جیا
کیا لیکے آہ کوئی کرے عمرِ جاوداں　　سلکِ وفا میں جب نہ رہیں دُرِ آبدار

یارانِ رفتہ کا ہی زیارت کدہ جہاں میری بھی بیکسی کا بنے گا وہی مزار
جب اُٹھ گئے جہان سی یارانِ زندہ دل جی کر غمِ فراق کے صدمے سہے گا کون
کرٹیاں تری اٹھانے کو اے دردِ جاں گسل اِس غم کدہ میں آہ اکیلا رہے گا کون

(ترجمہ از انگریزی) سرور

۱۳- آم

بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے خامہ نخلِ رطب فشاں ہو جائے
نظر آتا ہے یوں مجھے یہ ثمر کہ دواخانۂ ازل میں مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام شیرہ کے تار کا ہی ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے ق باغبانوں نے باغِ جنت سے
انگبیں کے بحکم رب الناس بھر کے بھیجے ہیں سربمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات مدتوں تک دیا ہی آبِ حیات
تب ہوا ہی ثمر فشاں یہ نخل ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس رنگ کا زرد پر کہاں بو باس
ہم کو دیکھتا اگر اک بار پھینک دیتا طلائے دست افشار

جلد۳

رونقِ کارگاہِ برگ و نوا نازشِ دودمانِ آب و ہوا
رہروِ راہِ خلد کا توشہ طوبیٰ وسدرہ کا جگر گوشہ
صاحبِ شاخ برگ و بار ہی آم
نازپروردۂ بہار ہے آم

غالب

۱۴۔ آم

شاہ نے دیں آم بھری کشتیاں بحرِ عطا کیا ہی ہوا موجزن
کشتیوں میں آم ہیں جو رنگ رنگ داغ کا گھر آج ہے رشکِ چمن
سرخ میں ہی لالہ رخوں کی بہار سبز میں ہی سبز خطوں کی پھبن
زرد میں ہی رنگِ گلِ زعفراں کیسری پوشوں کی ہی اک انجمن
ایسے کہاں پریوں کے پر سبز سبز ایسے کہاں حوروں کے سیبِ ذقن
سونگھ کے ہو جائے معطر دماغ منہ پہ مگر اُن کے ہے مشکِ ختن
گر کبھی ان آموں کا رس چوس لیں ہونٹ بھی چاٹا کریں شیریں دہن
نبۂ شیریں جو اسے ہو نصیب نام بھی شیریں کا نہ لے کوہ کن

سیکڑوں قسمیں اسی میوے کی ہیں — پھر ہے یہ افراط کہ لاکھوں ہی من
واقعی ان آموں کی تعریف میں — کم ہے جہاں تک کہیں اہلِ سخن
مجھ کو یہ فقرہ بہت آیا پسند
اَبنتہ اللہ نباتاً حسَنًا

داغ

۱۵۔ آم

کیوں نہ درختوں پہ ہو وہ سربلند — اس کا ہی پھل شاہ و گدا کو پسند
ہند کے سب میووں کا سردار ہے — رونقِ ہر کوچہ و بازار ہے
جو صفہانی اسے اِک بار کھائے — میوے صفہاں کے سبھی بھول جائے
اور مٹھائی جو کبھو اِک ذری — کھائیے اک بار تو بھر جائے جی
آم میں ہے ایک حلاوت عجب — رہتی ہے اس کی تو ہمیشہ طلب
پیٹ بھرے جی نہ پر اس سے بھرے — آدمی پھر کھائے نہ تو کیا کرے
ہوتا ہے شیریں تو بہت پال کا — لیک ہے ٹپکے کا بھی طرفہ مزا
میووں میں ہے فوقیت اسکی نہیں — باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالانشیں

شوخ یہ سندورئیے کا رنگ ہے سیبِ سمر قند بھی یاں دنگ ہے
میووں میں ہی لیکن ہی ہر دلِ عزیز
سیب غلام اس کا ہے ہی کنیز

اسمٰعیل

۱۶- آموں کی بہار

وہ باغوں میں جھولے پڑے بیشمار وہ ساون بھی گانے لگے گل عذار
ہوا زور سے چلتی ہے سرد سرد تو ہلتے ہیں کیا آم وہ سرخ و زرد
ہے تشبیہ آموں کی یہ برمحل زمرّد کے پتے زمرّد کے پھل
جو سیندوریا ان میں ہیں بیشمار ہیں لعلِ بدخشاں بھی ان پر نثار
پلپلے جو شاخوں میں ہیں بالعموم ہوئے آکے روپوش گویا نجوم
وہ ہلتے ہیں زرد آم جو سامنے لٹکتے ہیں کھپراج کے قمقمے
پڑے ہیں وہ ٹپکے ہوئے بے شمار
زمیں ہو رہی ہے جواہر نگار

بے نظیر

۱۷۔ جونپوری خربزہ

سردے کابل کے کھا کے دیکھے — ہیں چیلے بھی لکھنؤ کے چکھے
پر دونوں پہ جونپور کے پھل — ہر طرح ہیں ذائقے میں افضل
کھائے اک قاش تو ہوں لب بند — پہنچے گا نہ اس مٹھاس کو قند
بھینی بھینی وہ میٹھی خوشبو — ہو تازہ دماغ ایسی خوشبو
مرکز ہے بشیر پور مشہور — ہے شہر سے یہ مقام کچھ دور
اس کاشت کو ہے زمیں یہ اکسیر — یا آب و ہوا کی کہیے تاثیر
اس کھیت کا ہے عجیب بانی — جذب اس میں ہے آب زندگانی
کھیت اور بھی یوں تو جا بجا ہیں — شکل ایک مگر مزے جدا ہیں
صورت کو نہ دیکھیے پھلوں کی — سیرت کی ملاحظہ ہو خوبی
صورت تو نہیں ہے خوبصورت — سیرت کی فقط ہے قدر و قیمت

جو لطف مزے ہیں کہیے کس سے
چکھے جو کوئی تو یاد رکھے

حفیظ جونپوری

جلد

۱۸- تربوز

کیوں نہ ہو سبز زمرد کے برابر تربوز
کرتا ہے خشک کلیجے کے تئیں تر تربوز
دل کی گرمی کو نکالے ہے یہ اکثر تربوز
جس طرف دیکھئے بہتر سے ہی بہتر تربوز
اب تو بازار میں بکتے ہیں سراسر تربوز

کتنے کھاتے ہیں نزاکت سے تراش اوس میں دہر
تا کہ سینہ ہو خنک سرد سی ٹھنڈا ہو جگر
کتنے شربت ہی کے پیتے ہیں کٹورے بھر بھر
کتنے بچوں کو گٹکتے ہیں خوشی ہو ہو کر
کتنے کھاتے ہیں کفایت سے منگا کر تربوز

میٹھے اور سرد ہیں اتنے کہ ذرا نام لئے
ہونٹ چپکے ہیں جدا دانت ہیں کر کر بجتے
شب کو دو چار منگا کر جو تراشے میں نے
کیا کہوں میں کہ مٹھائی میں وہ کیسے نکلے
کوئی اولا کوئی مصری کوئی شکر تربوز

نظیر

۱۹- ککڑی

کیا پیاری پیاری میٹھی اور پتلی پتلیاں ہیں
گنے کی پوریاں ہیں ریشم کی تکلیاں ہیں

فرہاد کی نگاہیں شیریں کی ہنسلیاں ہیں مجنوں کی سرد آہیں لیلیٰ کی انگلیاں ہیں
کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

کوئی ہے زردی مائل کوئی ہری بھری ہے پکھراج منفعل ہو تنیے کو تھرتھری ہے
ٹیڑھی ہے سو تو چوڑی وہ ہیر کی ہری ہے سیدھی ہے سو وہ یارو رانجھا کی بانسری ہے
کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

چھونے میں برگ گل ہے کھانے میں کرکری ہے گرمی کے مارنے کو اک تیر کی سری ہے
آنکھوں میں سکھ کلیجے ٹھنڈک ہری بھری ہے ککڑی نہ کہیے اس کو ککڑی نہیں پری ہے
کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

بیل اس کی ایسی نازک جوں زلف پیچ کھائی بیج ایسے چھوٹے چھوٹے خشخاش یا کہ رائی
دیکھ اس کی ایسی نرمی باریکی اور گلائی آتی ہے یاد ہم کو محبوب کی کلائی
کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

لیتے ہیں مول اس کو گل کی طرح سے کھل کے   معشوق اور عاشق کھاتے ہیں دونوں رل کے

عاشق تو ہیں بجھاتے شعلوں کو اپنے دل کے   معشوق ہیں لگاتے ماتھے پہ اپنے چھلکے

کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

جو ایک بار یارو اس جا کی کھائے ککڑی   پھر جا کہیں کی اس کو ہرگز نہ بھائے ککڑی
دل تو نظیر غش ہے یعنی منگائے ککڑی   ککڑی ہی یا قیامت کیا کہیے ہائے ککڑی

کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

نظیر

۲۰۔ بسنتی رنگ کی بہار

چلے ساقیا دور، گم ہوں حواس   کہ جو بن دکھائے بسنتی لباس
اٹھا جامِ زرّیں پلا بے درنگ   کہ عاشق کے حصّے میں ہے زرد رنگ
ڈھلے زعفرانی شرابِ نیاز   کہ مستی میں کھولوں میں رازِ مجاز
وہ موسم آئے آموں پہ ہے کیا سماں   چمکتی ہیں پکھراج کی کلغیاں

دکھاتے ہیں دو چار پھول اب ببول — ہیں پر دور تک پھولے سرسوں کے پھول
ہے اس زرد چادر میں اتنا اثر — ادھر جا کے آتی نہیں پھر نظر
دیا کس نے یہ آبِ زر بے قیاس — کہ ہر کھیت کا ہے بسنتی لباس
یہ زربفت اور کامدانی کا کام — کیا کس نے مخمل پہ یکساں تمام
یہ مستی دکھائی ہے ہر پھول نے — کہ آنکھوں میں سرسوں لگی پھولنے
نظر طرفہ تر رنگ لانے لگی — ہتھیلی پہ سرسوں جمانے لگی
چلی لوٹنے رنگِ عشاق کو — وہ سوجھی نہ سوجھے جو قزاق کو
سنہری ہوئی سن کی پکی پھلی — چھڑے اور چھاگل بجانے لگی
گلے میں کھجوروں کے وہ جھمپی — پنہائی ہے موسم نے چمپا کلی
وہ پھولا کسم غیرتِ زعفراں — بنا رشکِ کشمیر ہندوستاں
سنہری امر بیل کی تھہ ببول — وہ پہنے ہے اور کیل ہے زرد پھول
چمکتی ہے وہ گوندنی دور سے — کہ یہ قدرتی زرد موتی پھلے
چمک میں وہ سینکوں کی ہے کیا بہار — کہ قدرت نے کھینچے ہیں سونے کے تار
وہ پھلتی ہے سرسے کی سوکھی پھلی — لٹکتی ہے سونے کی یا پھلجڑی
جو بندے ہیں پکھراج کے زرد بیر — دکھاتے ہیں سونے کے جگنو کنیر

نٹر کی وہ پھلیاں جو کچی تھیں سب — دیے زر کے جوشن انھیں کس نے اب
وہ کیا کیا چمکتی ہیں کھرکھی کی پھانک — بٹھائی ہے قدرت نے کندن کی ڈانک
وہ لیموں جو تھے کاغذی سبز تر — لٹکتے ہیں اب بن کے تعویذِ زر
پہاڑی کسونجی جو ہے سامنے — بلاق اس کو سونے کے کس نے دیے
وہ پہنے ہیں روپے کی بھی ڈالیاں — سنہری امربیل کی بالیاں
وہ گیندی کی شاخیں جو ہیں سبز فام — ہیں ٹکائے کندن کے جھمکے تمام
ہوئی زرد پک کر پھلی سیم کی — چمکتی ہیں کیا بجلیاں چمپئی
وہ چمپا کہ خجلت دہِ لاجورد — ملا کیا ہی جھومرا سے زرد زرد
اٹھائے ہوئے ہاتھ سورج مکھی — دکھاتی ہے سونے کی وہ آرسی
جو داؤدی کے زرد غنچے کھلے — کرن پھول ان کو کہاں سے ملے
ہری گو وہ کیلے کی تھی جو ادھر — بنی جھاڑ پکھراج کا سربسر
لئے جامِ زریں بصد آب و تاب — وہ کیا زرد زرد آج پھولا گلاب
سنہری جو گوبھی میں پھول آئے ہیں — کٹورے یہ سونے کے اوندھائے ہیں
وہ پھولوں پہ ہر سمت چھایا بسنت — وہ بلبل بھی گاتے ہیں کیا کیا بسنت
درختوں سے وہ اتری آتی ہے دھوپ — زمیں پر بھی سونا چڑھاتی ہے دھوپ

جلد۳

پڑا زرد کرنوں کا عکس آب میں ہوا زرد پانی بھی تالاب میں

بسنتی ہے یہ جامۂ ہر شجر کہ ہلدی بھی شرماتی ہے دیکھ کر

ہے معشوق یا صاحبِ درد ہے جسے دیکھئے زرد ہی زرد ہے

نہ کیوں اتنی زردی پہ ہو عقل دنگ

یہ چھایا ہے اڑ اڑ کے عاشق کا رنگ

بے نظیر

۲۱- چکنی ڈلی

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی زیب دیتا ہے اُسے جس قدر اچھا

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا

مہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھئے حرزِ بازوئے شگرفانِ خود آرا

مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں لکھئے داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا

خاتمِ دستِ سلیماں کے مشابہ لکھئے سرِ پستانِ پریزاد سے ماناکے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے خالِ مشکینِ رخِ دل کشِ لیلیٰ

حجر الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا

وضع میں اس کو سمجھ لیجیے قافِ تریاق   رنگ میں سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے

جلد ۳

صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز   میکدے میں اسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے

کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبّت لکھیے   کیوں اسے نقطۂ پرکارِ تمنّا کہیے

کیوں اُسے گوہرِ نایاب تصوّر کیجے   کیوں اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے

کیوں اُسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھیے   کیوں اُسے نقشِ پےِ ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

غالب

۲۲۔ تتلیاں

پر کھول کے تتلیوں کا پرواز   پھر جوڑ کے بیٹھنے کا انداز

اِس پھول سے اُڑ کے اُس پہ بیٹھیں   رس لے کے اُڑیں وہ جس پہ بیٹھیں

نازک نازک وہ خوشنما پر   اڑتی ہوئی پتیاں ہوا پر

وہ نقش و نگار اور بوٹے   پر اُن کے چھوؤ تو رنگ چھوٹے

رنگ ان میں بہت سے ملے ہوئے ہیں   پر کیا ہیں چمن کھلے ہوئے ہیں

جلد۲

ہیں رنگ کئی ہر ایک کے پر پر
چھوٹا سا چمن ہے اُن کا ہر پر

ہر خال ہے پر پہ ایک نگینہ
سونے چاندی پہ یا ہے مینا

قدرت دیکھو کہ کُل چمن میں
گلدستے ہیں تیتلیوں کے تن میں

جو نقش و نگار سے ہے خالی
وہ بھی دل کی لبھانے والی

ہے رنگ کسی کا زرد گہرا
اتنا گہرا کہ بس سنہرا

کوئی جس کے سپید ہیں پر
جیسے چاندی کے صاف پتّر

طاؤسی صندلی گلابی
دھانی، کاہی سیاہ آبی

نیلے اودے زمردی لال
ہر رنگ کے پر ہیں خط و خال

پرواز بھی حسن ہے پھبن بھی
رنگت بھی ہے حُسن سادہ پن بھی

شوق قدوائی

۲۳- تتلی

تتلی ہے چمن میں اک رنگیلی
پیاری چنچل نئی نویلی

چلتے پھرتے چمن میں ہر سو
اڑتی ہوئی پہونچی تالاب جو

چپّہ چپّہ چمن کا پامال ۔۔۔ مانند شرار و برق تمثال
منظورِ نظر کلی کلی ہے ۔۔۔ ہر ایک روش پہ بے کلی ہے
سبزے پہ کبھی نہال پر ہے ۔۔۔ گل پر کبھی شاخ پر نظر ہے
غنچوں کی بنی کبھی تو دمساز ۔۔۔ نکہت کی طرح کبھی ہے پرواز

قابو میں نہیں جو قلبِ مضطر
یک جا نہیں ہے قرار دم بھر

سفیر

۲۴- تتلی

خوشنما حسن ترا او تتلی ۔۔۔ دل رُبا تیری ادا او تتلی
جسم چھوٹا سا ہے نازک بازو ۔۔۔ رنگ مثلِ گلِ رعنا دل جو
صرف صورت ترِی کیا پیاری ہے ۔۔۔ تیرے اُڑنے کی ادا پیاری ہے
جاکے ہر پھول پہ چالاکی سے ۔۔۔ تو لپٹ جاتی ہے بے باکی سے
پیار کرتی ہے اسے چوم کے تو ۔۔۔ لیتی ہے اس سے غذا جھوم کے تو
دی ہے فطرت نے نزاکت تجھکو ۔۔۔ کہ کسی پھول پہ تو بار نہ ہو

ننھی منھی سی ہی تتلی تری جاں — تو خدا جانے ہی بچّی کہ جوان
طرفہ خوش رنگ پروں پہ جو ہیں خال — اُن سے چمکا تری صورت کا جمال
چھوٹے چھوٹے ہیں شرارے روشن — یا پروں پر ہیں ستارے روشن
صحنِ گلشن میں اِدھر اور اُدھر — پھول اُڑتے ہوئے آتے ہیں نظر
تیری پرواز مجھے بھائی ہے — مگر افسوس کہ ہرجائی ہی
گھومتی پھرتی ہے ڈالی ڈالی — جھومتی پھرتی ہے ڈالی ڈالی
بادِ صرصر کا چلے جب جھونکا — تب ہی دشوار ٹھہرنا تیرا
لوریاں تجھ کو ہوا نے دی ہیں — شوخیاں تجھ سی صبا نے کی ہیں
رنگ کچّا ترا پیارا ہے مگر — گل ترے رنگ سی جلتی ہی نظر
دھوپ آنے سے نہ ہو تو مایوس — جب لگی پیاس تو رس پھول کا چوس
بھاگ اُڑ بھاگ وہ بچّے آئے — اُن کے ہاتھوں سی نہ پکڑی جائے
بے سمجھ ہیں نہ تجھے چھوڑیں گے — تجھ کو پائیں گے تو پر توڑیں گے

ہے بہی خواہ ترا اے تتلی
مان محوی کا کہا اے تتلی

محوی لکھنوی

۲۵۔ اڑنے والے پھول

آؤ دکھلائیں اڑنے والے پھول
اس چمن میں ہیں یہ نرالے پھول

کوئی سنہرا اور کوئی گلابی ہے
آتشی کوئی، کوئی آبی ہے

کوئی نیلا ہے اور کوئی پیلا
جس کو دیکھو غضب کا رنگیلا

چھڑکی قدرت نے ان پر افشاں ہے
آنکھ صنعت پہ اُن کی حیراں ہے

پتیاں دو ہیں کائنات ان کی
حد سے بڑھ کر مگر صفات اُن کی

گھاس پر دیکھو اُن کی آرائش
کیسی ہے دلفریب زیبائش

نرم نازک، ہرے بھرے تنکے
جھکے جاتے ہیں بوجھ سے اُن کے

دیکھنا تم بڑھا نہ دینا ہاتھ
کہیں اُن کو لگا نہ دینا ہاتھ

یاں سے کر جائیں گے ابھی پرواز
ان کی ہستی کا ہوگا افشا راز

شاد ہو کر ہوا میں کھیلیں گے
اس چمن کی فضا میں کھیلیں گے

خوب اٹکھیلیاں کریں گے یہ
ناز سے شوخیاں کریں گے یہ

پھول سمجھے ہوئے تھے ہم جن کو
لوگ کہتے ہیں تتلیاں ان کو

محمد حسن امرتسری

۲۶۔ تتلیاں

جلد ۲

یہ آہ کیسی تتلیاں ہیں اڑ رہی یہاں وہاں
انوکھے جن کے ڈھنگ ہیں طرح طرح کے رنگ ہیں
یہ کیسے بیل بوٹے ہیں
فلک سے پھول ٹوٹے ہیں

سحر

۲۷۔ تیتری

تیتری کا کبھی دیکھا ہے سجیلا خلعت
جامہ خوش قطع وہ کچھ، اس پہ وہ خود خوش خلقت
ٹکلیوں دار مثلث کی طرح کے دو پر
اس قدر نازک و باریک کہ ٹھیرے نہ نظر
چتّیاں ان میں جو صد رنگ نظر آتی ہیں
میناکاری یدِ قدرت کی یہ دکھلاتی ہیں

دمبدم کھل کے پروں کا وہ ادا سے جڑنا

انہیں دو پنکھوں سے اس کا وہ ہوا پر اڑنا

تالیاں کیسی بجاتی ہے یہ ہر آن اُن سے

پر ہیں دو تختِ رواں خود ہی سلیمان اُن سے

ارشد

۲۸- تیتریاں

دو تیتریاں ہوا میں اڑتی دیکھیں
اک آن میں سو طرف کو پھرتی دیکھیں

بھولی خوش رنگ چست نازک پیاری
پہنے ہوئے فطرتی منقش ساری

پُھرتی ہی کہ برق کی طبیعت کا اُبھار
تیزی ہے کہ آنکھ کو تعاقب دشوار

جو فاصلہ کر لیا ہے باہم قایم
وہ بھی ہے بلا زیادت قایم

گو تابعِ جوشش برق پروازی ہیں
دونوں کے خطوط لیک متوازی ہیں

کیوں کر میں کہوں کہ یہ نظر بندی ہی
اللہ اللہ کیا ہنر مندی ہے

کس بزم سے ایسا ناچ سیکھ آئی ہیں
پریاں اِندر کی جس سے شرمائی ہیں

اس سمت اگر خیالِ انساں بڑھ جائے
داماںِ نظر پہ رنگِ عرفاں چڑھ جائے

اکبر

۲۹۔ جگنو

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں — یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
آیا ہے آسماں سے اُڑکر کوئی ستارہ — یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا — غربت میں آکے چمکا گمنام تھا وطن میں
تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا — ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں
حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اِک جھلک تھی — لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں
چھوٹے سے چاند میں تھی ظلمت بھی روشنی بھی — نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

پروانہ اک پتنگا جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا جویا یہ روشنی سراپا

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی — پروانہ کو تپش دی جگنو کو روشنی دی
رنگیں نوا بنایا مرغانِ بے نوا کو — گُل کو زبان دے کر تعلیمِ خامشی دی

نظارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی چمکا کے اُس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

رنگیں کیا سحر کو بانکی دُلہن کی صورت پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

سایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو پانی کو دی روانی موجوں کو بیکلی دی

اِک مشتِ گِل میں رکھا احساس کا شرارہ انساں کو آگہی دی ظلمت کو چاندنی دی

یہ امتیاز لیکن اِک بات ہے ہماری

جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

حسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے انساں میں وہ سخن ہے غنچہ میں وہ چٹک ہے

یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

اندازِ گفتگو نے دھوکے دیئے ہیں ورنہ نغمہ ہے بوئے بلبل بو پھول کی چہک ہے

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو

ہر شے میں جب کہ پنہاں خاموشیِ ازل ہو

اقبال

جلد ۳

جلد۳

۳۰۔ جگنو اور بچہ

سناؤں تمہیں بات اک رات کی
کہ وہ رات اندھیری تھی برسات کی

چمکنے سے جگنو کے تھا اک سماں
ہوا پر اڑیں جیسے چنگاریاں

پڑی ایک بچے کی ان پر نظر
پکڑ ہی لیا ایک کو دوڑ کر

چمکدار کیڑا جو بھایا اسے
تو ٹوپی میں جھٹ پٹ چھپایا اُسے

وہ جھم جھم چمکتا اِدھر سے اُدھر
پھرا کوئی رستہ نہ پایا مگر

تو غمگین قیدی نے کی التجا
کہ چھوٹے شکاری مجھے کر رہا

خدا کے لئے چھوڑ دے چھوڑ دے
مری قید کے جال کو توڑ دے

کروں گا نہ آزاد اس وقت تک
کہ میں دیکھ لوں دن میں تیری چمک

چمک میری دن میں نہ دیکھو گے تم
اجالے میں ہو جائے گی وہ تو گم

ارے چھوٹے کیڑے نہ دے دم مجھے
کہ ہے واقفیت ابھی کم مجھے

اجالے میں دن کے کھلے گا یہ حال
کہ اتنے سے کیڑے میں ہے کیا کمال

دھواں ہی نہ گرمی نہ شعلہ نہ آنچ
چمکنے کی تیرے کروں گا میں جانچ

یہ قدرت کی کاریگری ہی جناب
کہ ذرّہ کو چمکائے جوں آفتاب

مجھے دی ہی اس واسطے یہ چمک
کہ تم دیکھ کر مجھ کو جاؤ ٹھٹک

نہ اُڑنے سے کر دیا نڈھال
سنبھل کر چلو آدمی کی سی چال

اسمٰعیل

۳۱۔ برساتی پتنگے

لمپ رکھ کر سامنے کچھ دیر شب کو دیکھئے
سیکڑوں ذی روح آجاتے ہیں ہر رنگ کے

جمع ہو جاتا ہے پروانوں کا اک جمّ غفیر
گو بظاہر دیکھنے میں ہیں یہ بالکل ہی حقیر

قدرتِ باری کی ہیں لیکن یہی بہتر مثال
ان کی شکلوں سے ہی ظاہر اُن کی صانع کا کمال

مونچھیں ہیں مُنہ پر کسی کے سونڈ رکھتا ہی کوئی
گول صورت ہی کسی کی اور لانبا ہے کوئی

سبز ہے رنگت کسی کی ہی کوئی بالکل سیاہ
وہ چمک ہی دیکھ کر جس کو پھسلتی ہے نگاہ

ہیں کسی پر پتلی پتلی خوبصورت دھاریاں
اور کسی کی پشت پر ہیں چھوٹی چھوٹی چتیاں

کوئی ہی معصوم سیرت اور ستاتا ہے کوئی کوئی چپ رہتا ہی بالکل بھنبھناتا ہے کوئی جلد ۲

الغرض ظاہر ہے ان سے قوتِ پروردگار

اور ان کا موسمِ باراں پہ ہی دارومدار

ھادی

۳۲- جھینگر اور شہد کی مکھی

شہد کی مکھیوں کے در پر جا کسی جھینگر نے یوں سوال کیا

مائیو! ہوں میں اک غریب فقیر دردِ افلاس سے بہت دلگیر

آج کل کس غضب کا پالا ہے مجھے سردی نے مار ڈالا ہے

تمہیں اللہ نے دیا سب کچھ بھیک دو مجھ غریب کو اب کچھ

راہِ مولا ذرا سا شہد پلاؤ

دین و دنیا کا تم ثواب کماؤ

مکھیوں نے کہا میاں جھینگر جسم میں تم ہو ہم سے بڑھ چڑھ کر

دست و پا گر ہلاتے گرمی میں مرتے ہرگز نہ بھوکے سردی میں

ہاں کہ برسات کے تھے جب ایام ان میں محنت سے تم جو کرتے کام

جمع اچھا ذخیرہ ہو جاتا
آج کل وہ تمہارے کام آتا

بولا جھینگر بہت ہوں میں کمبخت — مجھ کو قسمت کی ہے شکایت سخت
جب کہ گرمی تھی یا کہ تھی برسات — میں نے گانے میں کھوئے دن اور رات
نہیں جاڑے کا کچھ خیال آیا — جمع کرتا کہاں سے سرمایہ

اب مجھے کچھ خدا کی راہ پہ دو
بھاگوانو! بھلا تمہارا ہو

مکھیاں بولیں اس سے اے جھینگر — چین سے جا تو بھائی اپنے گھر
جب جو گاتا رہا تو اب بھی گا — اور کھانے کی جا ہوا تو کھا

کل کا جو فکر آج کرتے ہیں
کبھی بھوکے نہیں وہ مرتے ہیں

مہر

۳۳۔ دو مکھیاں

ایک مکھی کہ ہے نری احمق — فکرِ انجام اُسے نہیں مطلق

جلد ۳

کوتہ اندیشں لالچی ناداں دیتی پھرتی ہے مفت اپنی جاں
گِری شیرہ پہ حرص کے مارے پاؤں اور پر لتھڑ گئے سارے
آنکھ اس کی ہنیے کی پھوٹ گئی اکھڑے بازو تو ٹانگ ٹوٹ گئی
آخر شش پھنس کے رہ گئی مکھی
کیا حماقت کی چاشنی چکھی

ایک مکھی ہے سخت دور اندیش سوچ لیتی ہے کام کا پس پیش
اس پہ غالب نہیں ہوس ناکی اڑتی پھرتی ہے وہ بہ چالاکی
کہیں مصری کی جب ڈلی پائی تو بآہستگی اُتر آئی
گرچہ اس کام میں لگی کچھ دیر چاٹ کر ہو گئی مگر وہ سیر
کس مزے سے گزارتی ہے دن
شکر کا گیت گاتی ہے بھن بھن

اسمٰعیل

۳۴۔ بھونرا

طائرِ خوش خبر ہے نام مرا الفتِ حسن ہے پیام مرا

مری بستی ہی پھول کی خوشبو　　غنچۂ وگل کی دید کام مرا
وادیٔ کوہ سیر گاہ مری　　باغ مسکن ہی صبح شام مرا
نہیں کس گل سی رسم و راہ مری　　سب پہ پھیلا ہوا ہی دام مرا
پھول پھولے نہیں سماتے ہیں　　مسکراتے ہیں سن کے نام مرا
جتنے یہ کج کلاہ غنچے ہیں　　جھک کے لیتے ہیں سب سلام مرا
مانتے ہیں صنوبر و شمشاد　　سرو آزاد ہے غلام مرا
بادۂ انس کا نشہ ہی مجھے　　مے الفت سی پر ہی جام مرا
حسن کو ڈھونڈتا ہوں گل میں　　ذوقِ دید اس قدر ہی عام مرا

جستجوے گل است ہستی من

ہوشیاری نثار مستی من

شاہد گل کا حسنِ جاں پرور　　کوئی دیکھے گا مجھ سی کیا بڑھکر
ابھی اس کے جمالِ رعنا تک　　نہیں پہنچی نگاہِ ذوقِ نظر
ابھی اس بھینی بھینی خوشبو سی　　نہیں مہکا مشام بادِ سحر
ابھی اس پیارے پیارے چہرہ کو　　نہیں دھویا ہی اوس نے آ آکر
اس کی شہرت کا چار سو پیغام　　نہیں لے کر گئی نسیم سحر

جلد۳

حال پر عندلیبِ نالاں کے — نہیں کی اُس نے مسکرا کے نظر
اس دل آویز حسنِ زیبا کی — نہیں گلچیں کو خواب میں بھی خبر
میں ہوں اس حال میں بھی گل سے قریں — ہیں عنایات اس قدر مجھ پر
ہم نفس ہوں انیس و محرم ہوں — میری الفت میں اس قدر ہے اثر

حجلہ آرائے خلوتستم من
بزم پیرائے جلوتستم من

دادِ گلگشت دے رہا ہوں میں — محوِ ہر رنگ و ہر ادا ہوں میں
پیار کرتا ہوں جا کے گیندے کو — منہ بنفشے کا چومتا ہوں میں
آنکھ نرگس سے جا لڑاتا ہوں — مائلِ چشمِ فتنہ زا ہوں میں
لگ چلا ہنس کے سیوتی سے کبھی — کبھی چمپا سے جا ملا ہوں میں
کبھی جوہی سے چھیڑ کر بیٹھا — دل لگی میں کوئی بلا ہوں میں
یاسمن سے ہی میری سرگوشی — موتیا سے سخن سرا ہوں میں
ہے نسیمِ سحر سے یارانہ — راز دارِ دلِ صبا ہوں میں
دل دکھاتا نہیں کسی کا بھی — رہروِ جادۂ صفا ہوں میں
سرِ خُذْ مَا صَفَا سے واقف ہوں — علمِ دَعْ مَا کَدِر پڑھا ہوں میں

دلم از نورِ مہر معمور است
رسمِ بے گانگی زمن دور است

نایرنگ

۳۵۔ بھونرے کی بیقراری

نہ وہ کیتکی کی پھبن رہی — نہ وہ موتیا کی ادا رہی
نہ وہ نسترن نہ سمن رہی — نہ وہ گل رہے نہ فضا رہی
نہ گلوں کے اب ہیں وہ قہقہے — نہ وہ بلبلوں کے ہیں چہچہے
نہ غزل سرا وہ کوئی رہی — نہ وہ قمریوں کی صدا رہی
نہ وہ سرو ہی نہ وہ آبِ جو — نہ وہ ہمصفیر ہیں خوش گلو
نہ بنفشہ ہے نہ وہ ناز بو — نہ وہ جعفری نہ حنا رہی
نہ وہ صبح کی ہیں تجلیاں — نہ شفق کی آہ! وہ جھلکیاں
نہ وہ اودی اودی ہیں بدلیاں — نہ وہ بھینی بھینی ہوا رہی
نہ امنگیں ہیں وہ شباب کی — نہ وہ پتیاں ہیں گلاب کی
نہ ہوا میں بو ہے شراب کی — مجھے مست تھی جو بنا رہی

وہ کنول غضب کے تھے دلربا — وہ جو اُڑتے تھے مرے ہم نوا
مگر اب نہ ان کی ہے وہ ادا — نہ وہ بو رہی نہ صفا رہی
لبِ آب جو تھی فضا غضب — وہ بہار کی تھی ہوا عجب
مرے کنج میں مجھے روز و شب — مئے بے خودی تھی پلا رہی
وہ غضب کی کوکو وہ زمزمہ — وہ سُریلی درد بھری صدا
سرِ شام سرو پہ فاختہ — مجھے لوریاں تھی سنا رہی
ہیں کنول کی خشک جو پتیاں — مری خواب گہ تھی کبھی یہاں
یہیں شب کو دے دے کے تھپکیاں — تھی نسیم مجھ کو سلا رہی
یہاں ننھی جوہی کی اِک کلی — جو بہار کے نازوں کی تھی پلی
مجھے لگتی جس کی ادا بھلی — مجھے کنج میں تھی بُلا رہی
یہاں گل شگفتہ تھے جابجا — یہاں ننھا ڈیزی تھا ہنس رہا
یہاں مسکراتی تھی موتیا — یہاں چمپا ادا تھی دکھا رہی
نہ گلوں میں بوئے وفا رہی — نہ وہ دل فروز ادا رہی
نہ چمن رہا نہ فضا رہی — نہ وہ دن رہے نہ ہوا رہی
نہ روش ہے اب وہ سپہر کی — نہ گلوں میں بو ہے وہ قہر کی

کہ ہوا ہے گلشنِ دہر کی
مجھے سبز باغ دکھا رہی

سرورؔ جہان آبادی

۳۶- چڑیاں

چڑیوں کا اِدھر اُدھر سے آنا — چھوٹے چھوٹے پھلوں کو کھانا
کچھ سبز ہیں جن کے لال سر ہیں — کچھ زرد۔ سنہری جن کے پر ہیں
کچھ جن میں سپیدی اور سیاہی — کچھ جن کے سروں پہ تاجِ شاہی
کچھ جن کے زمردی ہیں پوٹے — نقطے پوٹوں پہ چھوٹے چھوٹے
پانی میں اِدھر اُدھر نہا کر — بیٹھیں شاخوں پہ پر پھلا کر
مینا کہیں غل مچا رہی ہے — بلبل کہیں بیٹھی گا رہی ہے
طوطی پیارا زبانِ شیریں — لہجہ شیریں بیان شیریں
شاماں کی صدا ہے روح بے چین — چنڈول جو بولے دل نہ لے چین
دہیّر کیا خوب نغمہ خواں ہے — بھنگراج ہزار داستاں ہے
رفتارِ تدرو بانکپن کی — تصویر کھنچی ہوئی پھبن کی

جلد۳

ہر شکل کے ساتھ جلوہ گر حُسن
جو کچھ ہے وہ قصّہ مختصر حُسن

شوق قدوائی

۳۷۔ بزمِ طیور

تجلّی فشاں گنبدِ آسماں نمودِ سحر کا سہانا سماں
تجلّیِ رحمت کا ہر سو ظہور بسیروں سے اُڑنے لگے ہیں طیور
وہ کچھ کچھ جھلکنے لگیں کونپلیں کہ روا اڑانے لگیں کوئلیں
پپیہوں نے دل پر لگائی وہ چوٹ کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ
طیورِ سحر گرمِ حمد و سپاس ثنا سنج مرغانِ زریں لباس
کوئی لے بڑھاتا ہوا جوش میں ہے آتش فگن خرمنِ ہوش میں
کوئی گٹکری لے رہا ہے کہیں کوئی مینڈھی دے رہا ہے کہیں
خوش آیند نوری سریلی صدا ہر ایک رنگ کے چہچہے جا بجا
کوئی زمزمہ سنج اس آن سے کہ آڑی نکلتی ہوئے تان سے
دکھاتا ہے کوئی رکھب کی بہار کوئی اپنے پنچم کے سُر پر نثار

لگاتا ہے دھوٹ کوئی اس طرح
کہ سُرا نپے قبضہ میں ہو جس طرح

چڑھی اُتری ہم کی چل پھر کہیں
وہ گندھار پر زمزمہ دل نشیں

وہ چھوٹ اور سم کی تھمد پر بہار
وہ کوّوں کی بادی ہٹرن کا اتار

کوئی کر رہا ہے وہ مشقِ سند
دکھاتا ہے دھن کی کوئی شد و مد

کوئی بول اور گت پہ نغمہ سرا
کوئی جوڑ اور انترے پر فدا

وہ ہلتی ہیں پیپل کی جو پتیاں
بجاتی ہیں ہر تال پر تالیاں

کہیں ٹیپ کی دون کا شور ہے
کہیں آڑے چوتالے کا زور ہے

صداؤں سے گونجا ہوا بن تمام
درختوں پہ حیرت کا جوبن تمام

سنا جب یہ ذکرِ خفی و جلی
اٹھا بسترِ خواب سے بھرتھی

بے نظیر

۳۸۔ نغمۂ طیور

مرے قلب کو زندگی دو جلا دو
حقیقت کی محفل سے پردہ اٹھا دو

میں قطرہ ہوں مجھکو سمندر بنا دو
کچھ اس طرح تا دیر نغمہ سنا دو

یوں ہی پیاری چڑیو، ابھی اور گاؤ

مہکتے ہوئے پھول کے پاس جاؤ — لچکتی ہوئی شاخ پر بیٹھ جاؤ
ہوا میں کبھی اڑ کے بازو ہلاؤ — کبھی صاف چشموں میں غوطہ لگاؤ

یوں ہی پیاری چڑیو، ابھی اور گاؤ

پھدک کر ادھر سے ادھر دوڑ جاؤ — چہک کر ادھر سے ادھر پر ہلاؤ
چمک کر کبھی شاخ پر چہچہاؤ — اچھل کر کبھی نہر پر گنگناؤ

یوں ہی پیاری چڑیو، ابھی اور گاؤ

کبھی برگ تازہ کو منہ میں دباؤ — کبھی کنج میں بیٹھ کر پھڑپھڑاؤ
کبھی گھاس پر لوٹ کر دل لبھاؤ — کبھی جا کے بیلوں کو جھولا بناؤ

یوں ہی پیاری چڑیو، ابھی اور گاؤ

نہیں جاگتی روح میری جگاؤ — میں غفلت میں ہوں دل پہ چرکا لگاؤ
کوئی سرمدی ساز کی گت بجاؤ — مجھے اپنے نغمہ کے معنی بتاؤ

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

میں بیتاب ہوں مجھ کو جلوہ دکھاؤ — میں گمراہ ہوں مجھ کو رستہ بتاؤ
نہ جھجکو نہ سمٹو نہ کچھ خوف کھاؤ — مرے پاس آؤ مرے پاس آؤ

یوں ہی پیاری چڑیو! بھی اور گاؤ

جوش ملیح آبادی

۳۹۔ پرندوں کی عبادت

وقت سحر کی روحیں کیا کیا ہوں ہوں ہوں ہوں کرتی ہیں
ہوں ہوں ہوں ہوں کرکے ذکرِ کن اور فیکوں کرتی ہیں

مرغے بولے گگڑوں کوں اور مرغیاں کوں کوں کرتی ہیں
طوطیاں بھی سب یاد میں اس کی بہتوں بہتوں کرتی ہیں

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

قمری بولے حق سرہ، بلبل بولے بسم اللہ
ککٹ بٹیری چاروں قل اور تیتر بھی سبحان اللہ

دادر، مور، پپیہے، کوئل، کوک رہے اللہ اللہ
فاختہ کو کو تیہو ہو ہو طوطے بولیں حق اللہ

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا سب یچوں یچوں کرتی ہیں

جلد ۲

نظیرؔ

۴۰۔ پرندوں کا لباس

کیسا ذی شان پرندوں کا ہے رنگیں بانا
نہیں آیا ہے کسی ایک کو بھی اترانا
ایک پوشاک مہینوں میں بدلتے دیکھا
مدّتوں تک اسی اک جامہ کو چلتے دیکھا
ایک وردی میں وہ خورسند رہا کرتے ہیں
دیکھ کر سب انہیں خوش باش کہا کرتی ہیں
ہے جڑاول یہی ان کی یہی بارانی ہے
اسی جامہ سے انہیں گرمی میں ذیشانی ہے
جوڑا غم کا ہے یہی اور یہی شادی کا لباس
ایک کترن بھی نہیں اس کے سوا ان کے پاس

اس کو دھوبی کی نہ حاجت ہے نہ درزی کی تلاش
سوئی تاگے سے نہ مطلب ہے نہ ہے فکرِ تراش
یہی پوشاک پسِ مرگ کفن ہے ان کا
واہ کیا خوب فقیرانہ چلن ہے ان کا

ارشد

۱۴۔ گھر کی چڑیا

او ننھی منی چڑیا تو رونقِ جہاں ہے — تو زینتِ شجر ہے تو زینتِ مکاں ہے
ہر سقف میں مکیں تو ہر گھر ترا مکاں ہے — دیوار و در پہ مسکن پیڑوں پہ آشیاں ہے
تو حسن کی ہے پتلی کیا دلفریب ہے تو — ان خوشنما پروں سے کیا جامہ زیب ہے تو
اس حسنِ قدرتی پر یہ سادگی کا عالم — تو بھولے پن کی گویا تصویر ہے مجسم
رنگت پروں کی ہلکی صورت میں دلربائی — اس حسن پر متانت قدرت سے تو نے پائی
اعضا تمام تیرے جس طرح مختصر ہیں — یوں ہی ترے بدن پر تھوڑے سے بال و پر ہیں
وہ نرم نرم بازو وہ رنگ ملگجا سا — وہ چونچ کالی کالی وہ رنگ ہلکا پھلکا
تیری ہی نیک سیرت تیری ہی صورت پیاری پیاری — بچپن میں اپنی ماں کی تو تھی بہت دلاری

ماں تیری تجھ کو بیحد شفقت سے پالتی تھی — تیرے دہن میں دانے لا لا کے ڈالتی تھی

تو نے بھی سیکھ لی ہے شفقت وہ اپنی ماں سے — بچوں کا پیٹ بھرنا لاکر یہاں وہاں سے

ہمت ہے تیری عالی گو دھان پان ہے تو — کس تن دہی سے بچوں پر مہربان ہے

ہوتے ہیں خواب میں ہم کرتی ہے ذکر رب تو — بہتر ہے آدمی کی خو سے کہیں تری خو

تو او حسین چڑیا لیتی ہے جب بسیرا — اس وقت کا ترانہ ہوتا ہے خوب تیرا

نغمے سنا سنا کر چوں چوں کے پیارے پیارے — آواز سے کئے ہیں قابو میں دل ہمارے

میرے مکاں میں اپنا تو آشیاں بنا لے — یہ گھر ترا ہے جتنی تو چاہتی ہو جا لے

جانا نہ پھر یہاں سے دونگا میں آب و دانہ — ہر روز تاکہ تیرا سنتا رہوں ترانہ

امید ہے کہ کہنا محوی کا مان لے گی

الفت سے تو گھر اپنا اس گھر کو جان لے گی

محوی

۴۴۔ چڑیا کے بچے

دو چھوٹے چھوٹے بچے چڑیا کے گھونسلے میں — چپ چاپ لگ رہے ہیں سینہ سے اپنی ماں کے

چڑیا نے مامتا سے پھیلا کے دونوں بازو — اپنے پروں کے اندر بچوں کو ڈھک لیا ہے

اس طرح روزمرّہ کرتی ہی ماں حفاظت — سردی سے اور ہوا سے رکھتی ہے گرم ان کو
لیکن چڑا گیا ہے چگّا تلاش کرنے — دانہ کہیں کہیں سے بوٹے ہیں اپنے بھر کر
جب لا دے گا تو بچّے منہ کھول دینگے جھٹ پٹ — اُن کو بھرائے گا وہ ماں اور باپ دونوں
بچّوں کی پرورش میں مصروف ہیں برابر — اور چھوٹے بچّے خوش ہیں تکلیف کچھ نہیں ہے
اے چھوٹے چھوٹے بچّو تم اونچے گھونسلے سے — ہرگز نہیں گروگے پر اور پُر نے اب تک
نکلے نہیں تمہارے اس واسطے ابھی تم — اونچے نہ اُڑسکوگے، ہاں جب تمہارے بازو
اور پر درست ہوں گے تو دن کی روشنی میں — سیکھوگے تم بھی اڑنا کرتے پھروگے چیں چیں،

اڑتے پھروگے پُھر پُھر اے چھوٹے بچّو لیکن
کوّا بری بلا ہے اس سے خدا بچائے

اسمٰعیل

۴۳ - بیا

ایک چھوٹا سا پرندہ دیکھنے میں ہے بیَا — پر زمانہ بھر کی ہیں موجود اس میں خوبیاں
رہتا ہے بچپن میں بھورا رنگ کچھ سیاہی لئے — اِک برس کے بعد پھر ہوتی ہیں رنگ آمیزیاں
موسمِ باراں میں ڈھل جاتا ہی جب اس کا لباس — ہوتے ہیں اس وقت پیارے رنگ پھر اسکے عیاں

جلد ۳

سر کے اوپر کتھئی اور نیچے پیارا زرد رنگ — کلکِ قدرت کی عیاں ہو جاتی ہیں گلکاریاں

جلد۲

بعد بارش پھر وہی ہے رنگ کی اصلی نمود
انقلابِ دہر سے کچھ کم نہیں تبدیلیاں

ہے جفاکش وہ بلا کا ہے غضب کا وہ عقیل — کیسی خوبی سے بناتا ہے وہ اپنا آشیاں
بین کے مانند ہوتا ہے بلا شک گھونسلا — اُس شجر پر جو بلندی میں ہو چھوتا آسماں
نر اسے تیار کرتا ہے خود اپنی چونچ سے — مادہ لا لا کر دیا کرتی ہے اُس کو تیلیاں
کام میں مشغول گاہے ہے کبھی نغمہ سرا — راگ سے آباد رکھتا ہے وہ اپنا آشیاں

آشیانے میں فقط برسات میں رہتا ہے وہ
موسمِ گل میں ہے وہ سیاحِ گلزارِ جہاں

بچّوں کے رہنے کا گھر بھی وہ بناتا ہے جدا — اُس کی عقل و فہم و دانائی کا ہو کیونکر بیاں
ایک جھولا متصل ہوتا ہے بے حد خوش نما — واسطے بچّوں کے ہیں موجود سب دلچسپیاں
گیلی مٹی گھونسلے میں وہ لگا کر اک طرف — اس پہ اک جگنو بٹھاتا ہے بجائے شمعداں
شمعِ بزم افروز کہیئے کرمکِ شب تاب کو — جس سے ہے پُر نور رہتا رات کو اُس کا مکاں

ساتھ بچّوں کے رہا کرتی ہے مادہ رات کو
نر کی جا ہے یا ہنڈولہ یا کہ کنجِ آشیاں

اپنے ہمجنسوں کا ہو جاتا ہے وہ دشمن ضرور — آ گئی گر بات کوئی ناخوشی کی درمیاں جلد ۲
کیا بیاں تم سے کروں جنگ و جدل کا اِسکے میں — کیسی کیسی کرتا ہے وہ معرکہ آرائیاں
گھونسلے کو کاٹ دیتا ہے وہ اپنی چونچ سے — توڑتا ہے انڈوں کو لے لیتا ہے بچوں کی جاں
اپنے آقا سے بھی وہ مانوس ہوتا ہے بہت — سنتے ہی آواز اس کی سمت ہوتا ہے رواں

جس کی قدرت کا ہے اک ادنیٰ کرشمہ یہ بیا
وہ ہے صنّاعِ حقیقی خالقِ کون و مکاں

باسط بسوانی

۴۴۔ بئے کا گھونسلا

یہ بئے نے ہنر دکھایا ہے — واہ کیا گھونسلا بنایا ہے
اِس میں ڈالا ہے تانا بانا بھی — کیا جولاہوں کا ڈھنگ اڑایا ہے
بُن کے کپڑے کی تھیلی سی کر دی — کس نے یہ فن اسے سکھایا ہے
جانور بڑھ گیا جولاہے سے — بلکہ درزی کو بھی گھٹایا ہے
ہیں جولاہے کے گھر بہت سے اچھے — تب اسے بُننا تننا آیا ہے
رکھتا ہے سوئی دھاگا درزی بھی — جس نے سینے میں نام پایا ہے

کچھ بھی ساماں نہیں ہے کے پاس
چونچ سے سب یہ کر دکھایا ہے

گھونسلے میں ہیں رہنے کے کمرے
جھولنے کا بھی گھر بنایا ہے

ڈر نہیں کچھ بھی مینہ اولے سے
اور نہ آندھی سے خوف کھایا ہے

دھوپ کی بھی ذرا نہیں تکلیف
ہر جگہ گھونسلے میں سایا ہے

تیرے کیا کہنے چھوٹی سی چڑیا
تو نے چڑیوں میں نام پایا ہے

کرتا ہے تیری عقل کی تعریف
کوئی اپنا ہے یا پرایا ہے

وجاہت

۴۵۔ ابابیل

جان ہی ننھی سی تو ننھی تری آواز ہے
ننھے ننھے بال و پر ننھا ترا انداز ہے

آنکھ میں تیری لگا ہے سرمۂ دنبالہ دار
زلف ہے مشکیں تری کالی تری پشواز ہے

سقفِ دیرینہ میں ننھا سا نشیمن ہے ترا
گو فلک تک صبح دم تو مائلِ پرواز ہے

قوم کو تیری نہیں ہی مال و دولت کی ہوس
ہر کس و ناکس تمہارا خانہ برانداز ہے

آبِ دریا سے بھلا بجھتی نہیں کیا تیری پیاس
ابرِ نیساں کے مقابل تو جو دم ساز ہے

بازوؤں کو تیرے دم بھر بھی نہیں ملتا سکوں — برق ہی اس میں بھری یا اور کوئی راز ہے
ہے تڑپ تجھ میں بلا کی ہو بہو سیماب ہے — نگہِ افسوں ساز سے ملتا ترا انداز ہے
تیری حالت میں کبھی دیکھا نہیں دنیا نے فرق
تیرا یکساں کہتے ہیں انجام اور آغاز ہے

سیّد نوراللہ شاہ

۴۶ - قمری

ہم نے قمری عجیب پالی ہے — عاشقِ حسن لایزالی ہے
کیا ہی نازوں سے اس کو پالا ہے — قفسِ نقرئی میں ڈالا ہے
جب میں پنجرے کے پاس جاتا ہوں — پیار سے ہاتھ پر بٹھاتا ہوں
پیاری پیاری وہ نور کی گردن — جس پہ قربان حور کی گردن
وہ گلا خوشنما صراحی دار — چاہتا ہوں کہ کرلوں بھینچ کے پیار
لال لال اس کی نرگس گلفام — یا بھرا ہے شرابِ سرخ کا جام
اس پہ طرّہ ہے سُرخیٔ منقار — گُل سمجھ کے نہ کرلے بُلبل پیار
رنگِ منقار ارغواں یکسر — یا دھڑی پان کی ہے ہونٹوں پر

یا کوئی ناخنِ حنائی ہے ہائے کیا سرخ چونچ پائی ہے
کبھی سرکش گلِ چمن کی طرح سرنگوں ہے کبھی دلہن کی طرح
زیب و زینت سے اس کو ان بن ہے سادگی میں ہزار جوبن ہے
جسم نقرہ صفت تمام سپید صاف براق رنگ قابلِ دید
ہے صدا اس کی مونسِ دلِ زار ہے تصدق ہزار صوتِ ہزار
ہائے وہ اس کی مست کُن آواز گویا بابِ سماع ہو گیا باز
گیت توحید کا سناتی ہے راہِ حق کی طرف بلاتی ہے
بس ہے حق سِترہٗ سے کام اسے ورد اللہ کا ہے نام اسے
ضربِ نامِ خدا لگاتی ہے دل تو ننھا سا اور یہ چھاتی ہے
شور کرتی ہے غُل مچاتی ہے چُپ کبھی تھک کے بیٹھ جاتی ہے
مضطرب ہو کے پھر پکارتی ہے چونچ کُھٹ کُھٹ زمیں پہ مارتی ہے

نعرۂ ھُوْ سے دل ہلاتی ہے
کہہ کے حق سِترہٗ جگاتی ہے

امجد

جلد۳

۴۷۔ کبوتر

ٹن ٹن کے ترا زمیں پہ چلنا — ٹھوکر کھا کے خود سنبھلنا
انداز سے پاؤں کو اُٹھانا — چلنے میں ادا سے تلملانا
مخمور حسین چلبلی آنکھ — پیاری پیاری وہ شربتی آنکھ
مہندی ترے پاؤں میں لگی ہے — ہر ایک ادا میں دلبری ہے
صورت ہی عجب ہی بھولی بھالی — انداز نیا ادا نرالی
گردن کو وہ ناز سے اُٹھانا — وہ دلکش و دلربا ترانا
آواز وہ خوشگوار تیری — گردن وہ صراحی دار تیری
چھوٹی سی سفید و سرخ منقار — آجاتا ہے دیکھ کر جسے پیار
وہ جسم میں خوشگوار گرمی — وہ حُسن وہ نازکی وہ نرمی
بچوں کا وہ پیار سے کھلانا — چلنا پھرنا انہیں سکھانا
وہ شفقتِ فطرتی کا اظہار — منقار میں ڈالنی وہ منقار
بازو کی بیان کیا ہو طاقت — عاشق کی بندھی ہو جس سے قسمت
آلوں میں تری جبیں کا بوسہ — قاصد ہے تو یار مہ جبیں کا

جلد ۲

کیوں کر نہ تری ہو دل میں توقیر — ہے ذات تری وفا کی تصویر
دِل میں ترے نورِ حق سمایا — دشمن سے رسول کو بچایا
کعبہ کا طواف تجھ کو حاصل — ہے حق کی طرف تو صاف مائل
پایا ہے ضرور تو نے ایماں
لازم ہے کہوں تجھے مسلماں

محمد عبدالرشید بارندپوری

۴۴۔ کبوتر

چڑھا تھوڑا سا دن تو آسماں پر — نظر آنے لگے کتنے کبوتر
کوئی چینی ہے کوئی اُن میں نیلا — کسی کی دُم کے ہیں کالے سے کچھ پَر
تڑا تڑ بازیاں کرتا ہے کوئی — تو رہ جاتا ہے کوئی پھٹ پھٹا کر
کوئی تیزی سے اُڑتا ہی کوئی سُست — لگاتا ہے کوئی چکر پہ چکر
اٹھی ہے اور اک ٹکڑی وہ دیکھو — تماشے اب دکھائے گی پلٹ کر
نکل کر کوئی کرتا ہے جو بازی — تو ہو جاتا ہے پھر جھٹ پٹ برابر

سدھا رکھے ہیں خوب اس نے کبوتر
مزے سے اڑ رہے ہیں مل ملا کر

وجاہت

۹۴۔ کبوتر بازی

پھرتے ہیں ٹھمک چال سناتے ہیں خوشی سے
کیا کیا وہ غٹرغوں کی خوش آواز کبوتر

لقّے ہیں ادھر اپنی کساوٹ کو دکھاتے   ہیں جو گئے بھی رنگ کئی جوگ کے لاتے
چینے ہیں ادھر سیمبری اپنی دکھاتے   پریوں کے پرے دیکھ کے ہیں چرخ میں آتے
جب حلقہ زناں ہوتے ہیں پرواز کبوتر

کو کر کے جدھر کے تئیں چھیپی کو ہلا دیں   کچھ ہووے غرض پھر وہ اسی سمت کو جا دیں
گُٹّی کو نہ پھڑکا دیں تو پھر شہ پہ نہ آدیں   چھوڑ ان کو نظیر اپنا دل اب کس سے لگا دیں
اپنے تو لڑکپن سے ہیں دمساز کبوتر

نظیر

جلد۲

۵۰۔ بلبلِ زمزمہ ساز

میں ہوں چہکنے والی، بلبل ہے نام میرا
پھولوں کو دیکھنا ہے گلشن میں کام میرا

چھوٹا سا ایک پنچھی ہوں دیکھنے میں لیکن
رونق نہیں ہے کچھ بھی صحنِ چمن میں مجھ بن

ہوں شاخِ گل پہ اپنا میں آشیاں بناتی
شام و سحر گلوں کو ہوں گیت میں سناتی

گل میرے زمزموں پر جب کان ہیں لگاتے
سُن سُن کے میرا گانا پھولے نہیں سماتے

بخشی صدا سُریلی مجھ کو مرے خدا نے
بھاتے ہیں آدمی کو دل سے مرے ترانے

محی ومد

۵۱۔ کاش میں بلبلِ چمن ہوتا

کاش میں بلبلِ چمن ہوتا
غنچہ و گل پہ نغمہ زن ہوتا

عارضِ گل کو چومتا پھرتا
صحنِ گلشن میں جھومتا پھرتا

دیکھتا میں ادائیں پھولوں کی
خوب لیتا بلائیں پھولوں کی

خندۂ گل پہ لوٹ جاتا میں
آپ میں مشکلوں سے آتا میں

جلد ۳

صحبتِ گل میں رات بھر رہتا   مست نکہت میں تا سحر رہتا
شام سے صبح، صبح سے تا شام   دیدِ گل کے سوا نہ ہوتا کام
شاہدِ گل کی بزم آرائی   اور وہ میری نغمہ پیرائی

اور دلکش میں یہ غزل گاتا
گل کی نظروں میں بس سما جاتا

اے گل اے مایۂ وقارِ چمن   طرۂ فرق افتخارِ چمن
ختم ہے تجھ پہ صنعتِ صانع   بے بدل ہی تو اے نگارِ چمن
خوبرو کون سا ہی تیرے سوا   نازپروردۂ کنارِ چمن
شانِ شاہی خدا نے بخشی ہے   بے گماں ہی تو تاجدارِ چمن
مخملی تیرا فرش پا انداز   جس کو کہتے ہیں سبزہ زارِ چمن
پنکھا جھلتی ہے آکے بادِ نسیم   پاؤں دھوتی ہے جوئبارِ چمن

ہے ترا چاکرِ درِ دولت
سروِ آزاد پاسدارِ چمن،

محوی وم

جلد۳

۵۲۔ بلبل بازی

کل بلبلیں جو نو دس قابو میں اپنے آئیں
اُن میں سے دو پکڑ کے کشتی میں دھر بڑھائیں
یہ شور سُن کے خلقت دوڑ آئی دائیں بائیں
کوئی بولا "واہ حضرت" کوئی بولا "واہ سائیں"
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اِس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں
اوّل تو دونوں کٹ کٹ کرتی تھیں کرکے گڈا
جب تیسری کو چھوڑا پھر تو ہوا اتگڈا
خلقت بھی آکے ٹوٹی چھوڑ اپنا اپنا اڈّا
کڑکی کسی کی پسلی ٹوٹا کسی کا ہڈّا
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اِس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

تھی تین کی یہ کُشتی چوتھی کو ان میں چھوڑا
اس نے تو خم بجا کر تینوں کو دھر جھنجھوڑا
پھر تو یہ ٹھپکا آ کر ان کشتیوں کا کوڑا
چھوٹا کسی کا ہاتھی بھاگا کسی کا گھوڑا
سو سو طرح کی دھو میں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

اِک کنکری جو ماری پھر ہم نے پڑھ فسوں کی
کشتی میں گتھری بندھ گئی اُن چاروں بلبلوں کی
سن سُن کے چیخیں اُن کی لڑنے میں غوں غوں کی
سب بولے واہ حضرت اچھی یہ پڑھ کے پھونکی
سو سو طرح کی دھو میں اک دم میں کر دکھائیں
اِس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

نظیر

جلد ۳

۵۳۔ کوّا

کوّے ہیں سب دیکھے بھالے
چونچ بھی کالی پر بھی کالے

کالی کالی وردی سب کی
اچھّی خاصی اُن کے ڈھب کی

کالی سینا کے ہیں سپاہی
ایک سی صورت ایک سیاہی

لیکن ہے آواز بُری سی
کان میں جا لگتی ہے چُھری سی

یوں تو ہے کوّا حرص کا بندہ
کچھ نہ چھوڑے پاک نہ گندہ

اچھی ہے پر اس کی یہ عادت
بھائیوں کی کرتا ہے دعوت

کوئی ذرا سی چیز جو پالے
کھائے نہ جب تک سب کو بلا لے

کھانے دانے پر ہے گرتا
پیٹ کے کارن گھر گھر پھرتا

دیکھ لو وہ دیوار پہ بیٹھا
غُلّہ کی ہے مار پہ بیٹھا

کیونکر باندھوں اس پہ نشانہ
بے صبرا چوکنّا سیانہ

کائیں کائیں پنکھ پسارے
کرتا ہے یہ بھوک کے مارے

تاک رہا ہے کونا کُھترا
کچھ دیکھا تو نیچے اُترا

اس کو بس آتا ہے اچھلنا
جانے کیا دو پاؤں سے چلنا

اچھلا، کودا، لپکا۔ سکڑا — ہاتھ میں تھا بچّے کے ٹکڑا
آنکھ بچا کر جھٹ لے بھاگا — واہ رے تیری پھرتی کاگا
ہا ہا کرتے رہ گئے گھر کے — یہ جا وہ جا چونچ میں بھر کے
پیڑ پہ تھا چڑیا کا بسیرا — اس کو ظالم نے جا گھیرا
ہاتھ لگا چھوٹا سا بچہ — تو جا پھاڑا کھا گیا کچّا
چڑیا رو رو جان ہی کھوتی — ہے ظالم کی جان کو روتی
چیں چیں چیں چیں کرکے دہائی — اپنی بپتا سب کو سنائی
کون ہے جو فریاد کو پہنچے — بیچاری کی داد کو پہنچے
پکنے پر جب مکّا آئی — کوّوں نے جا لوٹ مچائی
دودھیا بھٹّا جو بیچ سے چیرا — بیچ بیچ کا ہے اٹھائی گیرا
رکھوالے نے پائی آہٹ — گوپھن لے کر اٹھا جھٹ پٹ
ہریا ہریا شور مچا کر — ڈھیلا مارا تڑ سے گھما کر
سن کے تڑاق کوّا بھاگا — تھوڑی دیر میں پھر جا لاگا
لالچ خورا ڈھیٹ نڈر ہے — ڈاکو سے کچھ اس میں کسر ہے

ڈاکو ہے یا چور اُچکّا
پر ہے اپنی دھن کا پکّا

اسمٰعیل

جلد ۲

۵۴۔ مور

طاؤس کا رقص میں وہ آنا
آواز سے کرتا بجانا

وہ تاجِ زمرّدی سروں پر
سونا ہے چڑھا ہوا پروں پر

دُم کا پھیلاؤ حُسن کی شان
گردن کا تناؤ حسن کی شان

ہر پر میں اُداہٹ اور سیاہی
اس میں پھر رنگ سبز کاہی

کیا لطف دکھا رہی ہے زردی
کیا خوب ہے رنگ لاجوردی

زردی کی چمک سے بڑھ گئی شان
سبزی میں چمک سے پڑ گئی جان

پکھراج اس میں نُور بر جد اس میں
کندن کا جڑاؤ بے حد اس میں

چلنے پھرنے میں دُم بڑی ہے
رقصاں ہے تو پھیلی ہے کھڑی ہے

شوق قدوائی

۵۵- مور

کیا مور ہے بنایا پروردگار تو نے
بخشے ہیں اس کو کیا کیا نقش و نگار تو نے

گویا کہ بال و پر میں گلزار کھل رہا ہے
جو بیل ہے نرالی بوٹا جو ہے نیا ہے

یہ پھول ہیں شگفتہ تن پر جو داغ سے ہیں
چُن کر یہاں لگائے قدرت نے باغ سے ہیں

یہ تاج اس کے سر پر کیسا ہے یا الٰہی
بخشی ہے تو نے اس کو گلشن کی بادشاہی

جھم جھم برس چکا ہو سبزہ پہ جب کہ پانی
ہوتی ہے اس کے دل کو اس وقت شادمانی

دل شاد ہو کے بولی تب اپنی بولتا ہے
پر ناچنے کی خاطر اس وقت کھولتا ہے

دُم کو چنور بنا کر ہے ناچتا خوشی سے
ہے اپنے دوستوں کو دیتا صدا خوشی سے

جس وقت باری باری ہیں ناچنے پہ آتے
جنگل میں مل ملا کر منگل ہیں پھر مناتے

محمد دم

جلد۲

۵۶۔ مرغابی

ڈھل گیا دن اور شبنم ہے زمیں پر قطرہ ریز گوشۂ مغرب میں گلگوں ہو شفق سے آفتاب
پڑ رہی ہیں دور تک سورج کی کرنیں زرد زرد جا رہی ہے تو اکیلی شام کو اڑتی کہاں

دیکھتا کیوں ہو عبث صیاد سوئے آسماں یاس کی نظروں سے تیری شوکتِ پرواز کو
ارغواں زارِ فلک کے منظرِ خوش رنگ نے کر دیا ہے اور دلکش تیرے نقشِ ناز کو

ڈھونڈتی پھرتی ہے کیا کوئی سہانا آبشار یا کہ سرگرم تلاشِ دامنِ دریا ہے تو
کیا کسی بحرِ تموج خیز کی ہے جستجو یوں سکوتِ شام میں کیوں آسماں پیما ہے تو

تو جو بے سنگِ نشانِ جادہ ڈوبے مرحلہ کر رہی ہے آسماں پر قطع طبقاتِ ہوا
اڑ سکے بے بدرقہ تو یہ کہاں تیری مجال کوئی طاقت ہے مگر تیری مقرر رہنما

اے سبک پرواز تیری سرعتِ پرواز نے — طے کیے کتنے ہی دن بھر سرد طبقاتِ نسیم
ہو کے واماندہ زمیں پر گر نہ شہپر جوڑ کر — شب کی ظلمت کا ہی گرچہ سر پہ طوفانِ عظیم

ہو چکی تیری مشقّت ختم تجھ کو عنقریب — گرمیوں کا اک سہانا گھر ملے گا خوش گوار
گاتی ہو گی چھوٹی چڑیوں میں ہم آہنگی سے تو — اور نشیمن پر ترے ہو گی نیستاں کی بہار

ہو گئی غائب فضائے آسماں میں گرچہ تو — اور اب آنکھوں میں ہے تیرا تصوّر یادگار
میں نے سیکھا ہے سبق لیکن تری پرواز سے — ہے طریقِ زندگی میں تو مری آموزگار

منطقہ سے منطقہ تک اے سبک پرواز شوق — وسعتِ اوجِ فلک پر ہے جو تیرا راہبر
مجھ کو بھی لے جائے گا وہ منزلِ مقصود تک — جب کروں گا جادۂ ہستی سے میں تنہا سفر

(ترجمہ از انگریزی) — سرور جہاں آبادی

جلد ۲

۵۷۔ سارس کا جوڑا

کنارِ آب دورانِ سفر میں شام پڑ جانا
مصیبت خیز تھا سارس کے جوڑے کا بچھڑ جانا
شبِ تاریک فرقت میں بھٹکنا ان غریبوں کا
صدا دینا مگر قسمت کا ایسا پیچ پڑ جانا
کہ یہ اس پار بہکا اور اڑا وہ دوسری جانب
یونہی تدبیر کا ہر بار بن بن کر بگڑ جانا

غرض شب بھر یونہی اک دوسرے کی جستجو کرنا
مقابل کے کناروں سے وہ اِن کا ہاؤ ہُو کرنا
وہ آغوشِ تمنا کھول کر مجبور رہ جانا
وہ بے تابی سے اظہارِ وفورِ آرزو کرنا
سنانا دور سے وہ داستانِ شوق دونوں کا
وہ اپنی بے بسی بیچارگی پر گفتگو کرنا

مگر آخر نشانِ مشرق میں اڑنا مہرِ تاباں کا
ادھر روپوش ہو جانا شبِ تاریکِ ہجراں کا
وہ صبحِ وصل کا آنا وہ ان کا شوق سے ملنا
غمِ دوری کا مٹ جانا نکلنا دل کے ارماں کا
ستائش بخت کی کرتے ہوئے اڑنا نشیمن سے
گلے مل کر نئے سر سے وہ ہونا عہد و پیماں کا

۵۸۔ مرغ بازی

دلّی سے ہم جو لکھنو آئے　　گرم پرخاش مرغ یاں پائے

جیسے منگل کو بالی کی ہے دھوم　　گلیوں میں روزِ حشر کا ہے ہجوم

مرغ بازوں کو ہے قیامت جوش　　جس کو دیکھو تو مرغ در آغوش

مرغ لڑتے ہیں ایک دو لاتیں　　سینکڑوں ان سفیہوں کی باتیں

اُنّے پر جھاڑے پے پھڑکنے لگے　　اُنّے کی نوک پے کڑکنے لگے

وہ جو سیدھا ہوا تو یہ ہیں کج　　ساتھ اس کے بدلتے ہیں سج دھج

مرغ کی ایک پر فشانی ہے　　ان کی صد رنگ بدزبانی ہے

ایک بولے کہ کاری آئی چوٹ　　ایک کہتا ہے بس گیا اب لوٹ

جھکتے ہیں آپ کو چراتے ہیں　　لاتیں گویا کہ یے ہی کھاتے ہیں

ایک کے منہ میں مرغ کی منقار　　ایک کے لب پہ ناسزا گفتار

منہ میں آیا جو کچھ سو بکنے لگے　　تیکھی نظروں سے سب کو تکنے لگے

طرفہ ہنگامہ طرفہ صحبت ہے　　بعد نصف النہار رخصت ہے

خوانچے سر پہ بغل میں مارے مرغ　　لے گئے جیتے ہارے سارے مرغ

جلد ۲

پھر جو روزِ معیّن آوے گا ۔ نالہ مرغ سحر سناوے گا

عالم آوے گا گرد ویسا ہی

گرم ہنگامہ ہوگا ایسا ہی

میر

۵۹۔ مرغی اور اس کے بچے

شام ہے اور اندھیرے کا وقت ۔ ہے پرندوں کے بسیرے کا وقت

اب ہے پانی کی نہ دانے کی تلاش ۔ جس کو ہے اپنے ٹھکانے کی تلاش

رات پھر جب کہ گزر جائے گی ۔ اور اجالے کی گھڑی آئے گی

سنیو تم اٹھ کے سویرے سے ذرا ۔ یہ جو ہے گھر میں تمہارے مرغا

پھڑپھڑاتا ہے پر و بال کو کیا ۔ جھاڑ دیتا ہے وہ سستی گویا

اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں ۔ چیختا زور سے ہے "ککڑوں کوں"

دن نکلتے ہی ادھر مرغی بھی ۔ فوج بچوں کی لئے نکلے گی

تاکہ وہ صبح کا کھائیں کھانا ۔ رات بھر کے ہیں بے آب و دانہ

پھر چونچ سے دے گی وہ منہ میں اُن کے　　جو ٹکڑے پائے گی دانے دُنکے
ٹکڑے روٹی کے ہوں یا ہو دا نہ　　ہے غذا ان کی یہی روزانہ

مینہ برستا ہے تو بچے سارے　　آ دُبکتے ہیں پروں میں سارے
چین سے اُن میں چھپے رہتے ہیں　　ماں کی چھاتی سے لگے رہتے ہیں
مرغی جس طرح کہ ان بچوں کی　　کرتی ہے شام سحر رکھوالی
بس اسی طرح سمجھ لو کہ خدا　　ہے ہماری بھی حفاظت کرتا

حالیؔ

۶۰۔ ہندوستان کے پرند

دنیا کی جو الفت کا ہوا مجھ کو سہارا　　اور اُس نے خوشی کو مری خاطر میں اتارا
دیکھی جو یہ غفلت تو مرا دل یہ پکارا　　آیا تھا کسی شہر سے اک ہنس بچارا
اک بیڑ یہ جنگل کے ہوا اس کا گزارا
چنڈول اگن ابلقے جھبّاں بھیے ڈھیر　　مینا و بیے کلکلے بگلے بھی سمن بر
طوطے بھی کئی طور کے ٹیاں کوئی لہبر　　رہتے تھے بہت جانور اس بیڑ کے اوپر

اس نے بھی کسی شاخ پہ گھر اپنا سنوارا

جلد۲
بلبل نے کیا اس کی محبّت میں خوش آہنگ — اور کوکلے کویل نے بھی الفت کو لیا سنگ
کنجن میں کلنگوں میں بھی چاہت کے بجے چنگ — دیکھا جو طیوروں نے اُسے حسن میں خوش رنگ

وہ ہنس لگا سب کی نگاہوں میں پیارا

سیمرغ بھی جی دل سے ہوئے ملنے کے شایق — گدھ پنکھو بھی پنکھوں کے ہوئے جھلنے کے لایق
سارس بھی حواصل بھی ہوئے اس کے موافق — بازو لگڑ و جرّہ و شاہین ہوئے عاشق

شکروں نے بھی شکّر سے کیا اس کا مدارا

کچھ سبز کڈبڑ لگے دیکھ ٹمٹ و بزّے — پنڈخی سے لگا ٹوٹرو قمری و ہریوے
غوغائی بگیری و لٹورے و پپیہے — کچھ لال چڑے پودنے پدّے ہی نہ غش تھے

پدڑی بھی سمجھتی تھی اُسے آنکھ کا تارا

چاہت کے گرفتار بٹیریں ہوئے تیتر — کبکوں کے تذروں کے بھی چاہت میں بندھے پر
ہُدہُد بھی ہوئے ہٹ کے بڑھیا اِدھر اُدھر — زاغ و زغن و طوطی و طاؤس کبوتر

سب کرنے لگے اس کی محبت کا اشارا

شکل اس کی ہیں جی میں کھبی شام چڑی کے — دی چاہ جتا پھر اُسے جھانپونے بھی جھپ کے
ہریل بھی ہوئے اس کے بڑے چاہنے والے — جتنے غرض اس پیڑ پہ رہتے تھے پرندے

اس ہنس پہ اُن سب نے دل و جان کو وارا

خواہش یہ ہوئی سب کو کہ ہر دم اسے دیکھیں — اور اس کی محبت سے ذرا منہ کو نہ موڑیں
دن رات اسے خوش رکھیں نت سکھ اسے دیویں — صحبت جو ہوئی ہنس کی ان جانوروں میں

یک چند رہا خوب محبت کا گزارا

سب ہوکے خوش اس کی مئے الفت لگے پینے — اور پیت سے ہر ایک نے واں بھر لئے سینے
ہر آن جتانے لگے چاہت کے قرینے — اس ہنس کو جب ہو گئے دو چار مہینے

اک روز وہ یاروں کی طرف دیکھ پکارا

یاں لطف و کرم تم نے کئے ہم پہ ہیں جو جو — تم سب کی یہ خوبی ہے کہاں ہم سے بیاں ہو
تقصیر کوئی ہم سے ہوئی ہووے تو بخشو — لو یارو اب ہم جاویں گے کل اپنے وطن کو

اب تم کو مبارک رہے یہ پیڑ تمھارا

اب تک تو بہت ہم رہے فرحت سے ہم آغوش — اب یاد وطن دل کو ہمارے ہوئی ہم دوش
جب حرف جدائی کا پرندوں نے کیا گوش — اس بات کے سنتے ہی جو ہر اک کے اڑے ہوش

سب بولے یہ فرقت تو نہیں ہم کو گوارا

بن دیکھے تمھارے ہمیں کب چین پڑیں گے — اک آن نہ دیکھیں گے تو دل غم سے بھریں گے
گر تم نے یہ ٹھہرائی تو کیا سکھ سے رہیں گے — ہم جتنے ہیں سب ساتھ تمھارے ہی چلیں گے

یہ درد تو اب ہم سے نہ جاوے گا سہارا

جلد ۳

پھر ہنس نے یہ بات کہی ان سے کئی بار — کچھ بس نہیں اب چلنے کی ساعت ہے ہیں ناچار
آنکھیں ہوئیں اشکوں سے پرندوں کی گہربار — اس میں جو شب کوچ کی ہوئی صبح نمودار
پر اپنا ہوا پر وہیں اس ہنس نے مارا

وہ ہنس جب اس پیڑ سے واں اڑ چلا ناگاہ — منہ پھیر کے ادھر سے وطن کی جو ہیں لی راہ
دیکھا جو اسے جاتے ہوئے واں سے تو کر آہ — سب ساتھ چلے اس کے وہ ہمراز و ہوا خواہ
ہر ایک نے اڑنے کے لیے پنکھ پسارا

اور ہنس کی واں سب کو رفاقت ہوئی غالب — جب واں سے چلا وہ تو ہوئی بے بسی غالب
کلفت تھی جو فرقت کی وہ سب پر ہوئی غالب — دو کوس اڑے تھے جو ہوئی ماندگی غالب
پھر پر میں کسی کے نہ رہا قوت و یارا

پر ان کے ہوئے تر جو ہیں دوری کی پڑی اوس — روئے کہ رفاقت کی کریں کیونکہ قدمبوس
تھک تھک کے لگے گرنے تو کرنے لگے افسوس — کوئی تین کوئی چار کوئی پانچ اڑا کوس
کوئی آٹھ کوئی نو کوئی دس کوس میں ہارا

کچھ بن نہ سکے ان سے رفیقی کے جو واں کار — اور اتنے اڑے ساتھ کہ کچھ ہووے نہ اظہار
جب دیکھی وہ مشکل تو پھر آخر کے تئیں ہار — کوئی یاں رہا کوئی واں رہا کوئی ہو گیا ناچار

کوئی اور اڑا آگے جو تھا سب میں کرارا

تھی اس کی محبت کی جو ہر ایک نے پی مے
سمجھے تھے بہت دل میں وہ الفت کو بڑی شے
جب ہو گئے بے بس تو پھر آخر یہ ہوئی رے
چیلیں رہیں کوّے گرے اور باز بھی تھک کے

اس پہلی ہی منزل میں کیا سب نے کنارا

دنیا کی جو الفت ہی تو اس کی ہے یہ کچھ راہ
جب شکل یہ ہووے تو بھلا کیونکر ہو نر باہ
ناچاری ہو جس جا میں تو واں کیجیے کیا چاہ
سب رہ گئے جو ساتھ کے ساتھی تھے نظیر آہ

آخر کے تئیں ہنس اکیلا ہی سدھارا

نظیر

۶۱۔ بہشت کے پرند

بالائے شاخسار جو کی یک بیک نظر
ہوش اڑ گئے پھڑک گئے دیکھے وہ جانور
سُرخ و کبود و سبز منقش ہر اک کا سر
شکلیں جو مختلف تو مخطط شکم کے پر

سرمایۂ جمال و محاسن متاع تھے
شہپر چمک میں رشکِ خطوطِ شعاع تھے

ترکیب سے ہر اک کی عیاں شانِ داوری
لعلیں کسی کی چشم مگر چشم اخضری

بالکل بسانِ سنگ ستارہ کوئی زری یک رنگ کوئی غیرتِ یاقوت احمری
سادا تھا اک تو رشکِ دُرِ شاہوار تھا
سر سے قدم تلک ایک جواہر نگار تھا

زرین کسی کا سر متلوّن کلی کلی مقیش کی کسی کے پروں میں جھلا جھلی
سر پر کسی کے نامِ محمدؐ لکھا جلی سینے پہ بعض کے بہ خطِ سبز یا علیؑ
کتنوں کے جسم بھر پہ رقم پنجتن کے اسم
اکثر کے بازوؤں پہ حسینؑ و حسنؑ کے اسم

پیاری ادا وہ ان کی ہر اک جو نظر کو بھائے خوش فعلیوں پہ ہر دلِ غمناک لوٹ جائے
پھولے بصد سرور کبھی گاہ چہچہائے پلٹے کبھی ادھر کبھی ان ڈالیوں پہ آئے
پتی ہلی تو رہ گئے پر تولتے ہوئے
چٹکی کلی تو ہل کے اڑے بولتے ہوئے

انیس

۶۲- بہشتی پرند

جانور وہ اکے وہ خوش وضع خوش انداز حسیں
آنکھیں ہر ایک کی یاقوت و زمرد کے نگیں

گل شکم پر ہیں کسی کے تو بسانِ پر ہیں
صورتیں بہتر و خوش تر تو صدائیں رنگیں

زمزمے بھی ہیں ترانے بھی ہیں آہنگ بھی ہیں
ہیں اگر مختلف الوں تو یک رنگ بھی ہیں

اُن کی خوش فعلیاں دلکش تو ادائیں پیاری
ہیئتیں وہ کہ عیاں شانِ جنابِ باری

سرخ کوئی کوئی زرد اور کوئی زنگاری
تن پہ بعضوں کے عجب حسن کی مینا کاری

عاشقِ آل ہیں شیدا شہِ لولاک کے ہیں
نام سینوں پہ رقم پنجتنِ پاک کے ہیں

نقرئی سینکڑوں طائر ہیں بصد حسن حسن
بال و پر صاف چمکتے ہوئے سیماب ہی تن

رنگ بعضوں کے طلائی کہ فدا ہو کندن
دمک ایسی کہ جہاں ماند ہے سورج کی کرن

ٹوٹتی ہے نہ کلی کوئی نہ پر جھڑتا ہے
بازوؤں کو جو کھجاتے ہیں تو زر جھڑتا ہے

سادگی جن میں سراپا ہے کچھ ایسے ہیں طیور — تن ہے شفاف پروں میں ہے چمک مثلِ بلور
دونوں پر کھول کے بیٹھیں جو کبھی وقت سرور — یہ ادھر ہو عیاں اس کا ادھر ہے ظہور

بیچ میں قلب و جگر رنگ جو دکھلاتے ہیں
ٹکڑے یاقوت کے شیشوں میں نظر آتے ہیں

غول سے اڑ کے کوئی جانب در جا بیٹھا — سب سے اونچا کوئی بالائے شجر جا بیٹھا
کوئی آیا ادھر اور کوئی ادھر جا بیٹھا — شوق میں کوئی قریبِ گلِ تر جا بیٹھا

سب نے اڑ کر کبھی چکر کیا گلزاروں پر
چھپ آئے کبھی باغ کی دیواروں پر

وحید

۶۳۔ کیڑا

تم اس کیڑے کو دیکھو تو لگاتار — تمہاری راہ میں ہے گرم رفتار
چلا کترا کے کیا کیا پیچ و خم سے — جھجکتا ہے یہ آواز قدم سے
کسی سوراخ میں دن کاٹتا ہے — سویرے اٹھ کے شبنم چاٹتا ہے
کرو چشمِ حقیقت بیں سے تمیز — کہ سمجھے ہو جسے تم سخت ناچیز

اسے قدرت نے زرّیں پر دیئے ہیں   کچھ اک سنہری سرخی بھی لئے ہیں
تمہیں لگتی ہے اچھی مور کی دم   کہ خوش ہوتے ہو اس کو دیکھ کر تم
جو دیکھو ناچ اس کا دور ہی سے   تو اس پر لوٹ ہو جاتے ہو جی سے
مگر کیڑے کو بھی سمجھو نہ ہیٹا   یہ مانا خاک مٹی میں ہے لیٹا
نہ بے پروائی سے چلیئے جھٹپکر   قدم رکھیئے ذرا کیڑے سے ہٹ کر
کہ ہے دونوں سے دانا سیکھ سکتا   نمونے دو ہیں کاریگر ہے یکتا
ہے دونوں ہی میں یکساں دستکاری   کسے ہلکی کہیں اور کس کو بھاری
اگر ہے خوبصورت مور پیارا   تو کیڑا بے گنہ کیوں جائے مارا
بظاہر کچھ نہیں اس کی حقیقت   مگر جب اُس کی کرتے ہو بُری گت

تو ہے ننھی سی جان اس کی تڑپتی
ہے تم جیسا ہی اک جاندار وہ بھی

اسمٰعیل

جلد ۳

۶۴۔ چھوٹی چیونٹی

بڑی عاقلہ ہے بہت دوربیں ہے کہ فکر اپنی روزی کا تیرے تئیں ہے
اسی دُھن میں پہونچی کہیں سے کہیں ہے کبھی اپنے دھندے سے غافل نہیں ہے

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

نہیں کام سے شام تک تجھ کو فرصت ذرا سی ہے جان اور اس پر یہ محنت
بہت جھیلتی ہے مشقّت مصیبت نہیں ہارتی پر کبھی اپنی ہمّت

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

کبھی کام تو نے ادھورا نہ چھوڑا کبھی تو نے تکلیف سے منہ نہ موڑا
بہت کام تو نے کیا تھوڑا تھوڑا ذخیرہ یہ جاڑے کی خاطر ہے جوڑا

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

جو گرمی کی رُت میں نہ کرتی کمائی تو جاڑے کے موسم میں مرتی بن آئی
تجھے ہوشیاری یہ کس نے سکھائی سمجھتی ہے اپنی برائی بھلائی

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

نہ کھو وقت سستی میں مہلت ہے تھوڑی — وہی کام کر جس سے مالک ہو راضی
کہ جس نے تجھے زندگانی عطا کی — یہ عمدہ سبق ہم کو دیتی ہے چیونٹی
اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

اسمٰعیل

۶۵- گلہری کا بچہ

سفیدی میں وہ کالی دھاریاں ایسی رہی ہیں بن
کہ جیسے گال پر لڑکوں کے چھوٹے زلف کی ناگن
کناری دار ٹپا جس میں گھنگرو کر رہے چھن چھن
گلے میں ہنسلی پاؤں میں کڑے اور ناک میں لٹکن
رہا ہے سر بسر گہنے میں لد بچہ گلہری کا

نظیر

جلد۲

۶۶- اسلم کی بلّی

چھوٹی سی بلّی کو میں کرتا ہوں پیار
صاف ہے ستھری ہے بڑی ہی کھلاڑ

گود میں لیتا ہوں تو کیا گرم ہے
گالے کی مانند رواں نرم ہے

میں جو نہ چھیڑوں تو نہ جھلائے وہ
میں نہ ستاؤں تو نہ غرّائے وہ

کھینچ کے دُم اب نہ ستاؤں گا میں
گھر میں سے باہر نہ بھگاؤں گا میں

اب نہ ڈرے گی وہ مری مار سے
کھیلیں گے ہم دونوں بہت پیار سے

صحن میں گھر میں کبھی میدان میں
کھیلیں گے در میں کبھی دالان میں

دم کو ہلا میرے پڑے گی وہ پاؤں
بولے گی پھر پیار سے یوں "میاؤں میاؤں"

دوں گا اسے گیند میں جب آن کر
جھپٹے گی وہ اس پہ چوہا جان کر

تاک لگائے گی دبوچے گی خوب
مار نہیں اسے نوچے گی خوب

ہم نے بڑے پیار سے پالا اسے
کہتے ہیں سب چوہوں کی خالہ اسے

اسمٰعیل

۶۷۔ تلاشِ محبّت

(ایک بلّی کے بچّے کو دیکھ کر)

اس قدر بے چین کیوں پھرتی ہے اے ننھی سی جاں
شور سے سر پر اٹھا رکھا ہے کیوں سارا مکاں

دودھ پی لے بھوک نے تجھ کو ستایا ہے اگر
وہ دھرا ہے دودھ چھوٹی سی پیالی میں اُدھر

دودھ بھی پیتی نہیں تو! خیر لے تیرے لئے
گوشت تھوڑا سا منگا رکھا ہے یہ بازار سے

گوشت کو بھی تو نہیں چھوتی؟ تو کوئی کیا کرے؟
ہاں! ستایا ہے کہیں سردی کی شدت نے تجھے

آ۔ رزائی میں تجھے اپنی بٹھا لیتا ہوں میں
آ۔ تجھے سردی کے حملے سے بچا لیتا ہوں میں

پر یہاں بھی بیٹھ کر تجھ کو کہاں آرام ہے
تلملانے سے تڑپنے سے یہاں بھی کام ہے

بیٹھ کر گھٹنے پہ غُر غُر کرنے لگتی ہے کبھی
سر کو میرے پاؤں پر تو دھرنے لگتی ہے کبھی

پیار کرتا ہوں تجھے اس پر بھی نہیں تجھ کو قرار
ناشکیبائی ہے تیری حرکتوں سے آشکار

کس قدر الفت ٹپکتی ہے نگاہوں سے تری
ہائے کیا حسرت ٹپکتی ہے نگاہوں سے تری

ہائے اے ناداں! اب سمجھا میں تیرا مُدّعا
تو تلاشِ مہرِ الفت میں ہے آتش زیرِ پا

ڈھونڈتی پھرتی ہے ہاں وہ گوہرِ نایاب تو
جس کی ہے انساں کو ہمجنسوں میں ناحق جستجو

نیرنگ

جلد ۲

۶۸۔ فسانۂ بلّی

ایک بِلّی موہنی تھا اس کا نام — اُن نے میرے گھر کیا آ کر مقام
ایک دو سے ہو گئی اُلفت گزیں — کم بہت جانے لگی اُٹھ کر کہیں
ربط پیدا پھر کیا میرے بھی ساتھ — دیکھتی رہنے لگی میرا ہی ہاتھ
چھیچھڑا ٹکڑا جو کچھ پایا کرے — فقر میرا دیکھ کر کھایا کرے
بختوں سے ٹوٹا ہے چھینکا بھی اگر — اُٹھنے اودھر کی نہیں مطلق نظر
دخل کیا ہی جھانکے وہ چھینکے کی اور — ٹکڑے کو دیکھے نہ۔ گو بھوکی ہو زور
اس مروت پیشہ سے کیا ہے گلا — خوف سے آپ ہی گئے چوہے بلا
ایک بلّی کچھ گئی تھی آ کے چکھ — یہ لڑی تو منہ پہ پنجہ اپنے رکھ
برسوں یاد آوے گا یہ پاکیزہ خو — آگے آئی ہی نہیں چلتے کبھو
شوق میں ہمسائیاں اس کی رہیں — جو گئی بھی ٹک تو مانگی سی کہیں
پھرنے کو پھرتی تو کیا دلّی نہ تھی — پر جلے پاؤں کی یہ۔ بلّی نہ تھی

رفتہ رفتہ کوٹھوں پر جانے لگی
پہردوں پہردوں میں یہ پھر آنے لگی

حاملہ ہو کر کئی بچّے دیئے — ایک دو بھی سو نہ اس میں سے جیئے
متصل ایسا ہوا جو اتفاق — مرگ ان بچوں کی گزری سب پہ شاق
حفظ اس کی کوکھ کا لازم ہوا — جھاڑنے پھونکنے کا ہر ایک عازم ہوا
نذریں مانیں نقش لائے ڈھونڈھ کر — نیل کے ڈوروں میں باندھے پیٹ پر
چھیچھڑوں پر بعض نے افسوں لکھے — بعضوں نے تعویذ دے کر خوں لکھے
گوشت کی چیلوں کو پھینکی بوٹیاں — ماش کی موٹی پکائیں روٹیاں
لڑکیاں بٹھلائیاں کھاٹوں تلے — اس طرح جوں دبکے بلّی کم ہلے
دیتے ٹکڑا منہ کو ہر اک کھولتی — اور بولی بلّیوں کی بولتی
بی بِلائی سے بہت کی التجا — گریۂ محراب سے چاہی دعا
بوہریرہ کے تئیں مانا بہت — بلّیوں کے تئیں دیا کھانا بہت

کیوں نہ ایسی ہووے امدادِ سترگ
بی بلائی بوہریرہ سب بزرگ

پانچ بچّے اس نے اس نوبت دیئے — بارے وے سب قدرتِ حق سے جیئے
اپنی ماں کے رات دن سینے لگے — پانچوں بچّے دودھ کچھ پینے لگے
دودھ کتنا جو کہ بس ہو سب کے تئیں — میں بھی منگوانے لگا کچھ شب کے تئیں

جلد ۳

دو مہینے تک بہت تھی احتیاط — کتے بلی سب سے موقوف اختلاط
کوئی کتا آ گیا ادھر اگر — لوگ دوڑے شیر سے منہ پھاڑ کر
در سے نکلیں سب ہوئیں بازی کی گرم — زرد، زرد ان کی دُمیں منہ نرم نرم
لچھے ریشم کے سے چندیں رنگ خال — کچھ سفید و کچھ سیہ کچھ زرد لال
آ نکلتی تھی جدھر سے پانچ چار — اس طرف ہو جاتی تھی باغ و بہار
ایک عالم عاشقِ بے تاب تھا — ان کی خاطر بےخور و بےخواب تھا

لے گئے ایک ایک کر سب تین تو
"منی" "مانی" رہ گئیں مجھ پاس دو

منی کی پھر ایک صاحب نے پسند — تھی بھی نازک ایسی ہی طالع بلند
مانی کچھ بھاری تھی نکلی بردبار — رہ گئی یاں فقیر کو کر اختیار
بوریہ پر میرے اس کی خواب گاہ — دل سے میرے خاص اس کو ایک راہ
میں نہ ہوں تو راہ دیکھے کچھ نہ کھائے — جان پائے سن مری آواز پائے
سب سے آگے آن پہونچے در تلک — دیکھے میرے پاؤں سے لے سر تلک
آنکھ سے معلوم ہو مشتاق ہے — بلی یا اعجوبۂ آفاق ہے
بلیاں ہوتی ہیں اچھی ہر کہیں — یہ تماشا سا ہے بلی تو نہیں

کیا دماغ اعلیٰ طبیعت کیا نفیس　　کیا مصاحب بے بدل کیسی جلیس
یہ نفاست یہ لطافت یہ تمیز　　آنکھ دو ڑے ہی نہ ہو کیسی ہی چیز
چوہا چڑیا اس نے کچھ کھایا نہیں　　حج کو جانا اس کے تئیں آیا نہیں
حبِ ہرّہ جو کہ ہے ایمان میں　　ہے اسی بلّی کی شاید شان میں
تھا بہت مانی کا جنّا آرزو　　سو جنی دو بلّیاں یہ ماہ رو
حال ہیں ان پر بھی ماں کے سے عیاں　　پر وہ خوبی اور محبوبی کہاں
موہنی اور سوہنی ہے ان کا نام　　پھرتی ہیں پھندنا سی دونوں صبح و شام
نیلے تاگے گردنوں میں ہیں پڑے　　لوگ آنکھوں میں ہی رکھتے ہیں کھڑے

حفظ ابھی بلّوں سے ان کا ہے ضرور
رہیو ان دونوں سے چشم شور دور

میر

۶۹ - کارنامہ بلاؤ

سارے ہمسایوں پر ہے یہ معلوم　　موش کی نسل ہو گئی معدوم
چوہا کیا ہے جو سامنے آوے　　گھونسوں سے بھی یہ شیر بھڑ جاوے

اپنے جو ماریاں ہیں گھونس ڈھونس — موشِ دشتی ہوا ہے کونے گھونس
گھونس جب فکر ہی میں مرتی ہو — موشِ دشتی پہ کیا گزرتی ہو
کوئی چھچھوندر جو بستی میں یہاں ہے — سو وہ چوہوں کی مرثیہ خواں ہے
ایک دن گھر میں ایک گھونس آئی — اپنے پاؤں اجل اسے لائی
پھرتے پھرتے جو صحن سے خوشحال — پائے دیوار سر کو ٹھی نکال
کہیں ادھر یہ شیر جاتا تھا — پھیرتا منہ پہ پنجے آتا تھا
پڑ گئی اس کی اس پہ چشمِ کبود — نیلا پیلا ہوتا دکھا جوں دود
پنجہ جھنجلا کے اُن نے گزرانا — بارے کچھ گھونس نے اُسے جانا
پر اسے خوفِ جاں نہ آیا کچھ — غالب آیا نہ اس کا سایہ کچھ
ٹھکرکایا پھر ان نے جاتا لو — کیونکہ تھا یہ تو شیر کا خالو
پھر تو بگڑی ہے دونوں میں آکر — چوٹ ہوتی تھی داؤ پا پا کر
غصہ خرموش کو بھی آن چڑھا — اتفاق اس جگہ تھا ایک گڑھا
دونوں لڑتے ہوئے گرے اس میں — پیچ کو گاہتے پھرے اُس میں
ناخن اُس شیر کا کچھ ایک گڑا — شورِ محشر گڑھے کے بیچ پڑا
یاں تو گھر بیچ کیا ہے پڑی — گھونس بلّے نے چھیچھڑے کردی

کھڑے مونچھوں کے بال انگڑاتا شیر نکلا گڑھے سے گھبراتا

لیک جی سے تھا سب بدن خالی
کیونکہ سر سے بلا بڑی ٹالی

میر

۱۷۔ نوحہ گربہ

لوگ جس دم سوار ہونے لگے اور اسباب بار ہونے لگے
وحشت اس کو زبس ہوئی طاری سر ٹپک کر کسو طرف کو موئی
مرگ تھی اس کی اس جگہ تقدیر بلّی تھی یا کہ گربۂ تصویر
کیا نفاست مزاج کی کہیے ستھری اتنی کہ دیکھ ہی رہیے
خال جوں پھول گل کترتے ہیں یا کہ نقشوں میں رنگ بھرتے ہیں
جن سے مالوف تھی وہیں رہتی اُن سے کچھ کچھ نگاہوں میں کہتی
چوہے چڑیا پہ اُس نے کب کی نظر حج کرنا نہ فرض تھا اس پر
سوہنی بھی تو تھی بہن اُس کی نسبت اس کے تھی وہ بہت گھٹکی
پاوے جو کچھ سو مار کھاوے ہے ایک کیا چار چار کھاوے ہے

جلد۲

جانور مارنا تو ہے یکسو — تیز پنجہ کیا نہ اس نے کبھو
یہ نزاکت اسی کو بن آوے — موشِ دشتی کو دیکھ ڈر جاوے
یہ چھچھوندر کے بولتے بھاگے — وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگے
یہ پری سی تھی جو خرام کرے — وہ جو اُچھلے تو دھوم دھام کرے
کبک اس کے خرام کے عاشق — جانور اس کے نام کے عاشق

غرض افسوس کی جگہ بلّی
اب کہاں گو چھانیے دلّی

میر

۱۷۔ سگ و گربہ کی دوستی

سگ و گربہ ہیں دو ہمارے ہاں — دو ہیں قالب اُن کی ایک ہے جاں
کھائے نہ جو نہ ہو وہ مادہ سگ — بھوکا بیٹھا رہے قیامت لگ
باہم اس بلی کتّے کا یہ ربط — کوئی دیکھے نہ ہووے اس سے ضبط
کبھو جاتا جو ہے یہ کوٹھے پر — لگی رہتی ہے اُس کی چھت سے نظر
اور سے دشمنی تو جانی ہے — اس کی یہ باولی دیوانی ہے

دونوں شوخی سے مار سہتے ہیں
سگ وگربہ کی چال رہتے ہیں

مایر

۷۲۔ ہمارا کتّا ٹیپو

ٹیپو ہمارے گھر کا پُرانا رفیق ہے
بڈھا ہے باوفا ہے نہایت شفیق ہے

ہم دونوں بھائی بہنوں سے اُلفت ہے اِس قدر
جب دیکھتا ہے دور سے آتا ہے دوڑ کر

جنگل کو جائیں ڈھور تو جاتا ہے ساتھ ساتھ
جب گھر کو واپس آئیں تو آتا ہے ساتھ ساتھ

بے چارہ گھر کی چوکسی کرتا ہے رات بھر
اور دن میں کھیلتا ہے مرے ساتھ اِدھر اُدھر

اسمٰعیل

۷۳۔ کتّوں کی آفت

کتّوں کے چار اور رستے تھے
کتّے ہی واں کے تو بستے تھے

ساتھ ہوتے قیامت آتی ایک
شورِ عف عف سے آفت آتی ایک

گلّہ گلّہ گھروں میں پھرنے لگے   روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے
ایک نے ایک دیگچہ چاٹا   ایک آیا سو کھا گیا آٹا
اِک طرف ہے چپڑ چپڑ کی صدا   یعنی کتّا ہے چکّی چاٹ رہا
ایک کے منہ میں ہانڈی ہے کالی   ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی
تیل کی کُپّی ایک لے بھاگا   ایک چکنے گھڑے سے جالاگا
ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا   پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا
گھورنے اک لگا اندھیرا کر   ایک نے ایک اور پھیرا کر
گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیئے   ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیئے
جھڑ جھڑا وے ہی کان کو کوئی   رووے ہے اپنی جان کو کوئی
لوگ سوتے ہیں کتّے پھرتے ہیں   لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں
سر پہ دربان کے بلا ہی رہے   کتّا ایک آدھ گھر میں جا ہی رہے
منہ میں کف دور دور کرنے سے   حال بے حال شور کرنے سے
تو کہے سُن کے وہ گلا بھاٹا   باؤلے کتّے نے اُسے کاٹا
جاگتے ہو تو دو بدو کتّے   سو کر اُٹھو تو رو بہ رو کتّے
باہر اندر کہاں نہ تھے کتّے   بام و در چھت جہاں تہاں کتّے

یارو کتّے کی جان کا تھا روگ
جاں بلب ہوں نہ کس طرح سے لوگ

میر

۷۴۔ بکری

کہتے ہیں "چوں غم نداری بز بخر" سو ہی لی میں ایک بکری ڈھونڈھ کر
میں پڑھوں ہوں اس کے آگے شعر گہ اپنے ہاں گویا بڑا خفش ہے یہ
رنگ سر سے پاؤں تک اس کے سیاہ چکنی ایسی جس پہ کم ٹھہرے نگاہ
بکروں کی ڈاڑھی کتیں جانے ہیں سب تکہ ریشی بکری کی ہے بوالعجب
چار پستاں اس کی آئی دید میں دو جہاں ہوتی ہیں دو ہیں جید میں
اس پہ کالے بکرے دو خیلا جنی ناز نخرے سے رہی پھر انمنی
چارا کھانے بیٹھے ایک انداز سے دیتی بٹھ تو ہوتے خوش اس ناز سے
دودھ ہو چوچی میں تو بچّا پیئے بیٹھا دیکھے اس طرف منہ کو کیے
گھانس دانہ بارے کچھ کھانے لگے گرتے پڑتے پاس بھی آنے لگے
پرورش سے حق کی بارے جی گئے آب و دانہ دوڑ کر کھا پی گئے

اب جوانی پر جو ہیں وے شیر مست
کودتے ہیں ہر زماں ہر دم ہی جست

میر

۷۵۔ ہماری گائے

رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی
اس مالک کو کیوں نہ پکاریں جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں
خاک کو اس نے سبزہ بنایا سبزے کو پھر گائے نے کھایا
کل جو گھاس چری تھی بن میں دودھ بنی وہ گائے کے تھن میں
سبحان اللہ دودھ ہے کیسا تازہ گرم سفید اور میٹھا
دودھ میں بھیگی روٹی میری اُس کے کرم نے بخشی سیری
دودھ دہی اور مٹھا مسکا دے نہ خدا تو کس کے بس کا
گائے کو دی کیا اچھی صورت خوبی کی ہے گویا مورت
دانہ دنکا، بھوسی چوکر کھا لیتی ہے سب خوش ہو کر
کھا کر تنکے اور ٹھیڑے دودھ ہے دیتی شام سویرے

کیا ہی غریب اور کیسی پیاری
صبح ہوئی جنگل کو سدھاری

سبزہ سے میدان ہرا ہے
جھیل میں پانی صاف بھرا ہے

پانی موجیں مار رہا ہے
چرواہا چمکار رہا ہے

پانی پیکر چارہ چر کر
شام کو آئی اپنے گھر پر

دوری میں جو دن ہے کاٹا
بچے کو کس پیار سے چاٹا

گائے ہمارے حق میں ہی نعمت
دودھ ہے دیتی کھا کے بنسپت

بچھڑے اس کے بیل بنائے
جو کھیتی کے کام میں آئے

رب کی حمد ثنا کر بھائی
جس نے ایسی گائے بنائی

اسمٰعیل

۷۶ - مریل ٹٹو

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دست عناں کا بیک قرار

جن کے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانہ کے ہاتھ سے
موچی سے کفشِ پا کو گٹھاتے ہیں وہ ادھار

تنہا دلے نہ دہر سے عالم خراب ہے
خسّت سے اکثروں نے اٹھایا ہے ننگ و عار

جلد ۳ ہیں گے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں   پاوے مزا جو اِن کا کوئی نام بے نہار
نوکر ہیں سو روپیہ کے دیانت کی راہ سے   گھوڑا رکھیں ہیں ایک سو اتنا خراب خوار
نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار نہ سئیس   رکھتا ہو جیسے اسپِ گِلی طفلِ شیر خوار
ناطاقتی کا اُس کے کہاں تک کروں بیاں   فاقوں کا اب میں اُس کے کہاں تک کروں شمار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اس کا حال   کرتا ہے راکب اس کا جو بازار میں گزار
قصّاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد   امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار
جس دن سے اس قصائی کی کھونٹی بندھا ہے وہ   گزرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر   دیکھے ہے آسماں کی طرف ہو کے بیقرار
تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھانس کا   چھوڑے کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار
خطِ شعاع کو وہ سمجھ دستہ گیاہ   ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹیکے ہے بار بار
پیدا ہوئی ہے نس پہ اگن باؤ اس قدر   ہرگز دروغ اس کو تو مت جان زینہار
گزرے وہ جس طرف سے کبھی اس طرف نسیم   بادِ سموم ہوئے وہیں گر کرے گزار
دیکھے ہے جب وہ توبڑہ وتھان کی طرف   کھودے ہے اپنے سم سے کنوئیں ٹاپیں مار مار
نہ استخواں نہ گوشت کچھ اس کے پیٹ میں   دھونکے ہے اپنے دم کو کہ جوں کھال کو لہار
سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ   خارشت سے زبس کہ ہے مجروح بے شمار

یہ حال اُس کے دیکھ غرض یوں کہے ہی خلق
چنگل سے موذی کے تو چھڑا اس کو کردگار

ہر زخم پر زبس کے بھنکتی ہیں مکھیاں
کہتے ہیں اُس کے رنگ کو مگسی اس اعتبار

لے جاویں چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گُم

ان تین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
مشہور تھا جنھوں کنے وہ اسپِ نابکار

خدمت میں اُن کی میں نے کیا جا یہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو دو اپنا مستعار

فرمایا تب انہوں نے کہ اے مہربانِ من
ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار

لیکن کسی کے چڑھنے کے لایق نہیں یہ اسپ
یہ واقعی ہے اس کو نہ جانو ہے انکسار

بدرنگ جیسے لید ہو بدبوئے چوں پشاب
بدیُمن یہ کہ اصطبل اوجڑ کرے ہزار

مانند میخ چوکی لگد زن ہے تھان پر
لاجنب وہ زمیں سے ہے چوں میخ استوار

اتنا وہ سرنگوں ہے کہ سب اُڑ گئے ہیں دانت
جبڑے پہ بس کہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہی مار

مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤں

جز دست غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار

اک دن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات میں
دولہا جو بیاہنے کو چلا اس پہ ہو سوار

جلد ۲

سبزے سے خط سیاہ و سیہ سے ہوا سفید
تھا سروسا جو قد سو ہوا شاخِ باردار

پہنچا غرض عروس کے گھر تک وہ نوجواں
شیخوخیت کے درجہ سے گر اس طرف گزار

مٹھا تو اس قدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یار

دلی تک آن پہنچا تھا جس دن کہ مرہٹہ
مجھ سے کہا نقیب نے آ کر ہے وقتِ کار

مدت سے کوڑیوں کو اڑایا ہے گھر میں بیٹھ
ہو کر سوار اب کرو میداں میں کارزار

ناچار ہو کے تیغ بندھایا میں اس پہ زین
ہتھیار باندھ کر میں ہوا جا کے پھر سوار

جس شکل سے سوار تھا اس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار

چابک تھے دونوں ہاتھ میں پکڑے تھا منہ میں باگ
ٹک ٹک سے پاشنہ کے مرے پاؤں تھے فگار

آگے سے توبڑہ اُسے دکھلاتا تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار

ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمیں سے مانندِ کوہسار

اس مضحکہ کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
اکثر مدبروں میں سے کہتے تھے یوں پکار

پہیے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ رواں
یا بادبان باندھ پون کے دو اختیار

کہتا تھا مجھ سے کوئی ہوا تجھ سے کیا گناہ
کتوال نے گدھے پہ تجھے کیوں کیا سوار

جلد ۳

اس مخمصہ میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
فتنہ کو آسماں نے کیا مجھ سے پھر دوچار

دھوبی کمھار کے گدھے اس دن ہوئے تھے گم — اس ماجرے کو سن کیا دونوں نے واں گزار
ہر ایک نے اس کو اپنے گدھے کا خیال کر — پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دُم کمھار
دریائے کشمکش ہوا اس آن موج زن — تھا عنقریب ڈوبئے خفت سے ایک بار
بدقسمتی اس کی دیکھ کے کر خرس کا خیال — لڑکے بھی واں جمع تھے تماشہ کو بے شمار
دکھتا تھا کوئی لاکے سپاری کو منہ کے پاس — مو اُس کے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار
کہتا تھا کوئی مجھ سے کہ تو مجھکو بھی چڑھا — دوں گا ٹکا تجھے میں تو چند اتوار
کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اس کے گرد و پیش — ساتھ اس سمند خرس نما کے ہو چشم چار
اس وقت میں نے اپنی مصیبت پہ کر نظر — کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار
جھگڑوں میں دھوبیوں سے کہ لڑکوں کو دوں جواب — کتوں سے یا لڑوں کہ مروں اپنا پیٹ پھاڑ

بارے دعا مری ہوئی اس وقت مستجاب
واں سے پھر منھ کیا جنگ گاہ تک گزار

دستِ دعا اٹھا کے میں پھر وقت جنگ کے — کہنے لگا جناب الٰہی میں یوں پکار
پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کو لگے — ایسا لگے یہ تیر کہ ہووے جگر کے پار

یہ کہہ کے میں خدا سے ہوا مستعد بہ جنگ
اتنے میں مرہٹہ بھی ہوا مجھ سے آ دوچار

گھوڑا تھا بس کہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یوں خفیف مجھے وقتِ کارزار

جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اس کو حریف پر
دوڑوں تھا اپنے پاؤں سے جوں طفلِ نے سوار

جب دیکھا میں کہ جنگ کی یاں اب نہیں ہے شکل
لے جوتیوں کو ہاتھ میں گھوڑا بغل میں مار

دھر دھمکا واں سے لڑتا ہوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کیا قرار

گھوڑے مرے کی شکل یہ ہے تم نے جو سنی
اس پر بھی دل میں آئے تو اب ہو جیے سوار

سن کر یہ ان سے میں نے یہ قصہ دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار

گفتن ہمیں بس است کہ اسپِ من ابلق است
سمجھوں گا دل میں اپنے اگر ہوں میں ہوشیار

سودا

۷۷۔ گھوڑا

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو
گردوں مسیر بادیہ پیما و برق دو

اس کا نہ اک قدم نہ زغندیں ہرن کی سو
دوڑ وزے نہ کاہ ملی تھی اسے نہ جو

رفتار میں ہوا تھا اشارے میں برق تھا
سرعت میں کچھ کمی تھی نہ چھل بل میں فرق تھا

سمٹا، جما، اڑا، اِدھر آیا، اُدھر گیا
چمکا، پھرا، جمال دکھایا ٹھہر گیا
تیروں سے اڑ کے برچھیوں میں بے خطر گیا
برہم کیا صفوں کو پرے سے گزر گیا
گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اس کے فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

وہ جست و خیز و سرعت و چالاکی سمند
سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُس کے جوڑ بند
سم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند
نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سر بلند
گر ہل گئی ہوا سے ذرا باگ اُڑ گیا
پتلی سوار کی نہ پھری تھی کہ مڑ گیا

آہو کی جست شیر کی آمد پری کی چال
کبکِ دری خجل دلِ طاؤس پائمال
سبزہ سبک روی میں قدم کے تلے نہال
اِک دو قدم میں بھول گئے چوکڑی غزال
جو آ گیا قدم کے تلے گرد برد تھا
چھل بل غضب کی تھی کہ چھلاوہ بھی گرد تھا

جلد۳

بجلی کبھی بنا کبھی راہوار بن گیا — آیا عرق تو ابرِ گہربار بن گیا
گہ قطب گاہ گنبدِ دوّار بن گیا — نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا
حیراں تھے اس کی گشت پہ لوگ اس ہجوم کے
تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

انیس

۷۸۔ گھوڑا

آہو کی آنکھ شیر کی چتون غضب کی چال — وہ بال تھے کہ حور نے بکھرا دیئے تھے بال
گردن کے خم کو دیکھ کے ہو سرنگوں ہلال — پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال
اڑ کر فلک تلک کبھی گردِ قدم گئی
جب بس کہا چمکتی ہوئی برق تھم گئی

جرأت میں رشکِ شیر تو ہیکل میں پیلتن — پوئیے کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن — بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

جلد ۳

پیکاں ہیں یا کنوتیاں ہنگامِ دار و گیر
حلقے سے یوں نکلتا ہے جیسے کماں سے تیر
روئیں وہ نرم جلد وہ باریک بے نظیر
چینی پرند جس سے مقابل نہ ہے حریر
ایسی سبک روی نہیں دیکھی شتاب میں
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کے خواب میں

خوش خو و خوش خرام خوش اندام خوش لگام
خوش رو و خوش جمال و دادا فہم تیز گام
جاں دار و شوخ چشم و سعید و خجستہ کام
گل پوش تیز ہوش سمن گوش لالہ فام
غازی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
گویا ہوا کے دوش پہ اک زندہ باغ تھا

چالاکیاں بھی غیظ بھی غوبت بھی جنگ بھی
بالا دوی براق کی دُلدل کا ڈھنگ بھی
بر میں اسد بھی بحرِ دغا میں نہنگ بھی
گھوڑا بھی شیرِ نر بھی ہرن بھی پلنگ بھی
ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے
اضداد اتنے جمع ہیں قدرت خدا کی ہے

انیس

جلد ۳

۷۹۔ گھوڑا

رہوار سبک سیر نسیم سحری تھا ہم پیکرِ طاؤس دم جلوہ گری تھا
تن تن کے اٹھانے میں قدم کبکِ دری تھا کاوے میں جو پرکار تو اڑنے میں پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو
سایہ بھی نہ اس کا نظر آتا تھا کسی کو

غصے میں وہ تن تن کے دہانے کو چباتا اور جوشِ شجاعت میں وہ کف منہ سے گراتا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے دہلتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اُس صف میں ہَوا تھا

انیس

۸۰۔ گھوڑا

جولانی سمند سے بجلی تھی شرمسار ہر دم تھی جست خیز طرارے تھے بار بار
تنگی سے دشتِ ظلم کے دل تھا جو بیقرار گھبرا کے چاہتا تھا کہ ہو آسماں کے پار

جاتا عدم میں اڑ کے حدِ کائنات سے
لیکن نہ زور چلتا تھا قیدِ حیات سے

گزرے چمن میں گر یہ سبک سیر راہوار
شبنم کی طرح صحن میں سبزے پہ ہو نثار
سمجھے صبا کہ راز ہے گلشن کا آشکار
بلبل کہے کہ از سرِ نو آ گئی بہار

ہر گل کو ہو یقیں کہ چمن کی نسیم ہے
دھوکا نسیم کو ہو کہ گل کی شمیم ہے

انیس

۴۱۔ گھوڑا

زور آور و قوی و توانا و سر بلند
نازک مزاج و خود سر و طنّاز و خود پسند
بانکی کنوتیاں تھیں تو نادر تھے جوڑ بند
سیرت میں شیرِ نر تھا تو صورت میں تھا سمند
یوں تھا ہوا تھا۔ بادِ بہاری شمیم تھا
صرصر تھا دوڑ میں تو قدم میں نسیم تھا
منزل تمام کرتا تھا اک دم میں راہوار (۲)
چلنے کا عزم کرتے ہی ہوتا تھا وہ فرار
کودا تو پہنچا قلعہ کی چوٹی پہ ایک بار
جاتا تھا آسماں پہ اگر ہو کوئی سوار
دریا بھی پیچھے رہتا تھا اس سے روانی میں
جوہر دکھائی دیتے تھے گھوڑے کے پانی میں

جلد ۳

کبکِ دری نثار تھا گھوڑے کی چال پر (۳)، اڑ کر اسی نے ماری تھی ٹھوکر ہلال پر
ریشم کے لچھے صدقے ہوئے بال بال پر سلکِ گہر نثار تھی اس کے ایال پر
سم اس فرس کا تختِ سلیماں کا پایہ تھا خورشید اس کے پیکرِ زیبا کا سایہ تھا
سرعت نے برق و باد کا منہ اس کی موڑا تھا (۴)، جنبش لبوں کی اس کے لئے ایک کوڑا تھا
نادر تھا، لاجواب تھا، نایاب گھوڑا تھا یکتا تھا پر غزالِ ختن کا وہ جوڑا تھا
اس کو قدم میں کوئی پرندہ نہ پاتا تھا سرپٹ میں وہ خیال سے بھی آگے جاتا تھا
پھرتا تھا ایک آن میں شہر و دیار وہ (۵)، طائر کی طرح کرتا تھا طے کوہسار وہ
پانی میں کاٹتا تھا سمندر کی دھار وہ ایک ہی قدم میں جاتا تھا دریا کے پار وہ
کاوے میں گھوم کر ادھر آیا ادھر گیا
دوڑا تو پھر نہ آیا نظر وہ کدھر گیا

گوپال جی سہائے

۸۲۔ شیر

اے شیر تیرے تن پہ ہے طاقت کا پوستیں شاہی کے حق میں کوئی بھی ساجھی ترا نہیں
پیدا ہے تیرے رخ سے تری شوکت اور جلال ظاہر ہے تیری شکل سے باطن کا تیرے حال

دل تیرا بزدلی و غلامی سے ہے بری — پھٹکے نہ تیرے پاس کبھی خوف اے جری
تیرا حریف کون ہے جو تو ہٹے بچے — جھپکے نہ تیری آنکھ نہ گردن تری لچے
حق نے عطا کیا ہے تجھے زور بے خلل — فولاد کی رگیں ہیں تو دل ہے ترا اٹل
گر سورما سجے کوئی میدان کا دھنی — جوشن کا چار آئینہ یا خودِ آہنی
حملے سے تیرے بچنے کو کافی نہیں مگر — اللہ رے تیرا حوصلہ بل بے ترا جگر
غرّا کے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش — جنگل تمام ہوتا ہے سنسان اور خموش
پہچانتے ہیں جانور آواز شیر کی — وہ ہولناک ہے کہ دہلتا ہے سب کا جی
جاتی ہے اُن کے پاؤں تلے کی زمیں نکل — ہیں بھاگتے کہ گویا تعاقب میں ہے اجل
اے شیر گرم خطّہ ہے تیرے لئے وطن — بیہڑ ہو ریگستان ہو جھاڑی ہو یا ہو بن

اے شیر تو ہے شاہ ترا تخت ہے کچھار
ہے کس کو تیرے ملک میں دعوائے گیر و دار

اسمٰعیل

جلد ۳

۴۳۔ شیرنی اور اس کے بچے

بچوں کے آنے آنے کے جب غل ہوئے کروڑ
وہ شیرنی بھی تکنے لگی اپنے منہ کو موڑ
جب لا کے اس کے سامنے بچّے دیئے وہ چھوڑ
یوں خوش ہو چاٹنے لگی الفت کی کر جھنجھوڑ
انسان جیسے کرتا ہے بچّوں کو اپنے پیار

بچّے بھی دوڑ ماں کے گلے سے لپٹ گئے
یوں جیسے کوئی دور کا بچھڑا ہوا ملے
چھاتی پہ لوٹ لوٹ کے جا دودھ سے لگے
اس شیرنی کے جیسے کلیجے میں داغ تھے
ویسے ہی اس کے منہ پہ خوشی کی ہوئی بہار

نظیر

۴۴۔ ریچھ کا تماشا

کل راہ میں جاتے جو ملا ریچھ کا بچہ
لے آئے وہیں ہم بھی اٹھا ریچھ کا بچہ
سو نعمتیں کھا کھا کے پلا ریچھ کا بچہ
جس وقت بڑھا ریچھ ہوا ریچھ کا بچہ
جب ہم بھی چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچہ

تھا ہاتھ میں اک اپنے سوا من کا جو سونٹا
لوہے کی کڑی اس پہ کھڑکتی تھی سراپا

کاندھے پہ چھڑا جھولنا اور ہاتھ میں پیالا — بازار میں لے آئے دکھانے کو تماشا

آگے تو ہم اور پیچھے وہ تھا ریچھ کا بچہ

تھا ریچھ کے بچہ پہ وہ گہنا جو سراسر — ہاتھوں میں کڑے سونے کے بجتے تھے جھمک کر

کانوں میں دُرا اور گھنگرو پڑے پاؤں کے اندر — وہ ڈور بھی ریشم کی بنائی تھی جو پُرزر

جس ڈور سے یارو تھا بندھا ریچھ کا بچہ

جھمکے وہ جھمکتے تھے پڑے جن پہ کرن پھول — مقیش کی لڑیوں کی پڑی پیٹھ اوپر جھول

اور ان کے سوا کتنے بٹھائے تھے جو گل پھول — یوں لوگ گرے پڑتے تھے سر پاؤں کی سدھ بھول

گویا وہ پری تھا کہ نہ تھا ریچھ کا بچہ

اِک طرف کو تھیں سیکڑوں لڑکوں کی پکاریں — اِک طرف کو تھیں پیر و جوانوں کی قطاریں

کچھ ہاتھیوں کی قیق اور اونٹوں کی ڈکاریں — غل شور مزے، بھیڑ، ٹھٹھ، انبوہ بہاریں

جب ہم نے کیا لا کے کھڑا ریچھ کا بچہ

کہتا تھا کوئی ہم سے میاں آؤ قلندر — وہ کیا ہوئے اگلے جو تمہارے تھے وہ بندر

ہم ان سے یہ کہتے تھے یہ پیشہ ہے قلندر — ہاں چھوڑ دیا بابا انھیں جنگلے کے اندر

جس دن سے خدا نے یہ دیا ریچھ کا بچہ

مدت میں اب اس بچہ کو ہم نے ہے سدھایا — لڑنے کے سوا ناچ بھی اس کو ہے سکھایا

یہ کہہ کے جو ڈھپلی کے تئیں گت پہ بجایا　　اس ڈھب سے اسے چوک کے جھمگٹ میں نچایا
جو سب کی نگاہوں میں کھبا ریچھ کا بچہ

پھر ناچ کے وہ راگ بھی گایا تو وہاں واہ　　پھر کھروا ناچا تو ہر اک بولی زباں واہ
ہر چار طرف سیٹے کہیں پیر وجواں واہ　　سب ہنس کے یہ کہتے تھے میاں واہ میاں واہ
کیا تم نے دیا خوب نچا ریچھ کا بچہ

اِس ریچھ کے بچہ میں تھا اس ناچ کا ایجاد　　کرتا تھا کوئی قدرتِ خالق کے تئیں یاد
ہر کوئی یہ کہتا تھا خدا تم کو رکھے شاد　　اور کوئی یوں کہتا تھا ارے واہ رے استاد
تو بھی جیے اور تیرا سدا ریچھ کا بچہ

جب ہم نے اٹھا ہاتھ کڑوں کو جو ہلایا　　خم ٹھوک پہلواں کی طرح سامنے آیا
لپٹا تو یہ کشتی کا ہنر آن دکھایا　　جو چھوٹے بڑے جتنے تھے ان سب کو رجھایا
ہم بھی نہ تھکے اور نہ تھکا ریچھ کا بچہ

جب کشتی کی ٹھیری تو وہیں سر کو جو جھاڑا　　للکارتے ہی اُس نے ہمیں آن لتاڑا
گہہ ہم نے پچھاڑا اسے گہہ اُس نے پچھاڑا　　اک ڈیڑھ پہر ہو گیا کشتی کا اکھاڑا
گو ہم بھی نہ ہارے نہ ہٹا ریچھ کا بچہ

یہ داؤں میں پیچوں میں جو کشتی میں ہوئی دیر　　یوں برسے روپیہ پیسے کہ آندھی میں گویا بیر

جلد۳

سب نقد ہوئے آ کے سوا لاکھ روپے ڈھیر   جو کہتا تھا ہر ایک سے اس طرح سے منہ پھیر

یارو تو لڑا دیکھو ذرا ریچھ کا بچہ

کہتا تھا کھڑا کوئی جو کر آہ اہا ہا   اس کے تم ہی استاد ہو بس آہ اہا ہا

یہ سحر کیا تم نے تو ناگاہ اہا ہا   کیا کہیے غرض آخرش اے واہ اہا ہا

ایسا تو نہ دیکھا نہ سنا ریچھ کا بچہ

جس دن سے نظیرؔ اپنے تو دلشاد یہی ہیں   جاتے ہیں جدھر کو ادھر ارشاد یہی ہیں

سب کہتے ہیں وہ صاحب ایجاد یہی ہیں   کیا دیکھتے ہو تم کھڑے استاد یہی ہیں

کل چوک میں تھا جن کا لڑا ریچھ کا بچہ

نظیرؔ

۸۵۔ اونٹ

اونٹ تو ہے بس حلیم و خوش خصال   تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال

تیری پیدائش رفاہِ عام ہے   آدمی کے حق میں اک انعام ہے

لق و دق صحرا میں یا میدان میں   یا عرب کے گرم ریگستان میں

سایہ افگن ہے نہ واں کوئی چٹان   صرف پانی کا نہ دریا کا نشان

چلچلاتی دھوپ ہے اور چپ ہوا
واں پرندہ بھی نہیں پر مارتا

تو وہاں کے مرحلے کرتا ہے طے
دن بدن اور ہفتہ ہفتہ پے بہ پے

قیمتی اشیا ہیں تیری پشت پر
تاجروں کا ریشم اور شاہوں کا زر

تودہ تودہ تیرے اوپر لد رہا
ہے بھرا گویا جہازِ پُر بہا

چند ہفتے جب کہ جاتے ہیں گزر
اور تھکا دیتا ہے راکب کو سفر

اونٹ گھبراتا نہیں تو بار سے
دیکھتا ہے اس کی جانب پیار سے

گویا کہتا ہے کہ اے میرے سوار
ایک دن تو اور بھی ہمّت نہ ہار

ہاں نہ ہو بے دل نہ رستہ میں بھٹک
صاف سرچشمہ ہے آگے دھر لپک

مجھ کو آتی ہے ہوائے بوئے آب
ناامیدی سے نہ کر تو اضطراب

اونٹ تو کرتا ہے اس کی رہبری
یوں بنا دیتا ہے راکب کو جری

آخرش منزل پہ پہنچاتا ہے تو
اور سوکھے خار و خس کھاتا ہی تو

صبر سے کرتا ہے طے راہ دراز
سچ کہا ہے تو ہی خشکی کا جہاز

الغرض تو ہے حلیم و خوش خصال
تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال

اسمٰعیل

۸۶- ہاتھی

اس کی گجگاہ کی اللہ رے چہرے پہ ٹپک — کہکشاں جوں شبِ یلدا میں نمایاں یہ فلک
بیٹھنے میں ہے وہ کوہ اٹھنے میں ہے ابرِ سیاہ — عرش رفعت میں ہے چلنے میں ہے جوں چرخ اتھک
شجرِ طور کا چہرے پہ ہو اس کے جلوہ — رنگینِ تزئین کے لئے جس گھڑی اس کا مستک
جھول پُر اس کی ستاروں کا کہوں میں کیا حسن — تارے جس طرح رہیں رات اندھیری میں جھٹک
لے کے خرطوم میں زنجیر پھراوے وہ اگر — ق — اس کے دانتوں کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک
لیلی نے ہاتھ نکالے ہیں سیہ خیمے سے — ملنے کو مجنوں سے سُن سلسلۂ پا کی جھنک
روزِ میداں اسے دیکھو تو دلاور اتنا — پھیر کے داں سے نہ جہاں ہے کہ زمیں جائے سرک
چرخی کیا چیز ہے لاوے وہ جسے خاطر میں — بان بجلی کی کڑک کا کبھی پہنچے اس تک
چالے وہ توڑ کے جوں نیشکر اس کی جڑ کو — پاؤں کھجلانے لگے سونڈ میں لے کر پو لک
بے تکاں اس قدر اس کا ہے چلاوا جیسے — مہر میں ابر کے سایہ سے ہو سایہ کی ڈھلک

اس قدر ہے وہ سبک رو کہ کبھی چلتے وقت
پاؤں کی اس کے دلِ مور کو پہنچے نہ دھمک

سودا

جلد ۳

۸۷۔ ہاتھی کی تعریف

نشان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہوں میں   چرخی بجا ہے اس کی گر چرخ آسماں ہو
ہے سر بلند اتنا یہ بھی عجب نہیں ہے   آنکس پہ ماہِ نو کے گر دستِ پیلباں ہو
مستک پہ رنگ اس کی جس طرح جلوہ گر ہے   گو سانجھ لاکھ پھولے پر لطف یہ کہاں ہو
اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہے کہ اس کی   زنجیرِ پا بجا ہے گر زلفِ مہوشاں ہو
پائل جھول سایہ کیا کیا کہوں میں اس کی   اصلا کہیں جو اس میں شوخی کا کچھ نشاں ہو
کجباک تنک مہاوت چھیڑے تو یوں چلے ہے   عاشق کے وصل کی شب جس طرح سے رواں ہو
ہاتھی ہیں یہ چلاوا کب ہے سوائے اس کے   تشبیہ یاب جس سے رفتار خوش قداں ہو
جس وقت تھان پر سے کھولے اسے مہاوت   ہمت سے تیری اس کو خطرہ یہ ہر زماں ہو

دیویں گے بخش مجھ کو ناحق کہیں صلے میں
یارب حضور جاؤں تو واں نہ مدح خواں ہو

سودا

۸۸۔ کورا برتن

کورے برتن میں کیاری گلشن کی　　جس سے کھلتی ہے ہر کلی تن کی
بوند پانی کی ان میں جب کھٹکی　　کیا وہ پیاری صدا ہے سن سن کی

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

پانی کی آپ اب بڑی ہے ذات　　قطرہ قطرہ ہے جس کا آبِ حیات
کورے برتن میں جب کہ آیا ہات　　پھر تو آبِ حیات بھی ہے مات

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

وہ جو پانی کی کوری گولی ہے　　وہی آنہ کے مول کولی ہے
کیا ہی ٹھنڈی دوا کی گولی ہے　　کیا کہوں گول گول گولی ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

یہ جو گولی کی بولیاں باندھیں ہم نے پانی کی گولیاں باندھیں
سوندھی سوندھی ٹھولیاں باندھیں دل نے پھولوں کی جھولیاں باندھیں

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

کورا پنہاری کا جو ہے مٹکا اُس کا جوبن کچھ اور ہی چٹکا
لے گیا جان پاؤں کا کھٹکا دل گھڑے کی طرح سے دے ٹپکا

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

کوری ٹھلیا پہ دیکھ کر لوٹا دل لگا ہونے کچھ کھرا کھوٹا
گرچہ لوٹا وہ قد کا ہے چھوٹا جس نے دیکھا اسی کا دل لوٹا

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

کورے کوزوں کو دیکھ عالم ہیں کونڈے مصری کے بھر گئے غم ہیں
یوں وہ رستے ہیں آب کے نم ہیں جیسے ڈوبے ہوں پھول شبنم میں

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

وہ جو کورا سفید جھجر ہے　　جس کی جاگیر ملک جھجر ہے
بیل بوٹے سے اس جھمک پر ہے　　تا شش کمخواب یا مشجّر ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

جس صراحی میں سرد پانی ہے　　موتی کی آب پانی پانی ہے
زندگی کی یہی نشانی ہے　　دوستو یہ بھی بات پانی ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

جتنے نذر و نیاز کرتے ہیں　　اور جو پیروں سے اپنے ڈرتے ہیں
جب کہ لا پھول پان دھرتے ہیں　　وہ بھی کوری ہی ٹھلیا بھرتے ہیں

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

خاک سے جب کہ ان کو گڑھتے ہیں	بندگی سے یہ اپنی بڑھتے ہیں
کوروں پر پھول ہار چڑھتے ہیں	حور و غلماں درود پڑھتے ہیں

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

کوروں پر جو بنظیرؔ جوبن ہے	جو جڑے میں کہاں وہ کھن کھن ہے
جس گھڑونچی پہ کورا باسن ہے	وہ گھڑونچی نہیں ہے گلشن ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

نظیرؔ

۹۰۔ عجیب چڑیا

چڑیا ہم نے عجیب پالی ہے	زنجیر اس کے گلے میں ڈالی ہے
دن رات ہو شام یا سویرا	لیتی ہے وہ جیب میں بسیرا
چڑیا سے بھی قد ہے اس کا چھوٹا	ہے اس کا بدن تمام پوٹا
پوٹے پہ جو غور سے نظر کی	پوٹا نہیں پوٹ ہے ہنر کی
گویا ہے اگرچہ بے زباں ہے	ناداں ہے مگر حساب داں ہے
دانہ پانی نہیں وہ کھاتی	ہر دم ہے خوشی سے چہچہاتی

دن رات میں چھیڑ دو کسی آن — یہ چھیڑ ہے اس کے جسم کی جان
جب تک چلتی ہے جاگتی ہے — لو کام تو چیز کام کی ہے
کہتی ہے کہ وقت کی خبر لو — جو کچھ کرنا ہے جلد کر لو
غفلت کیجئے تو ٹوکتی ہے — عجلت کیجئے تو روکتی ہے
اس طور سے کرتی ہے گزارا — انڈے دیتی ہے دن میں بارہ
پھر اتنے ہی رات کو ہے دیتی — دیتے ہی وہ رات کو ہے سیتی
انڈے ہیں تمام اس کے بچّے — ایک ایک سے نکلے ساٹھ بچّے
ہر بچّے نے اُگلے ساٹھ دانے — ہر دانے میں ہیں بھرے خزانے
جو دانہ گرا سو ہو گیا گُم — ڈھونڈا کرو پھر نہ پاؤ گے تم
دانے کی بتاؤ کیا ہے قیمت — دانا سمجھیں اسے غنیمت
جس نے اِسے پا لیا کہا واہ — کیا بات ہے تیری بارک اللہ
پہ سچ پوچھو تو لعلِ بے بہا ہے — گویا ہر درد کی دوا ہے

القصہ عجب ہے وہ پرندہ
مُردہ اُسے ہم کہیں نہ زندہ

اسمٰعیل

جلد۳

۹۰۔ جیب گھڑی

ہے بڑی اچھی میری چھوٹی گھڑی چلتی رہتی ہے یہ کٹ کٹ ہر گھڑی
گھومتی رہتی ہیں دونوں سوئیاں ایک چھوٹی ہے تو ایک اس سے بڑی
اس کا ڈھکن کھول کر دیکھو ذرا واہ واہ اندر تو ہے جگ مگ بڑی
پھر رہی ہیں پھرکیاں سی بیسیوں کس صفائی سے ہر اک کل ہے جڑی
اِس کے پرزے چلتے رہتے ہیں سدا
بس انھی سے نام ہے اس کا گھڑی

وجاہت

۹۱۔ تلوار

اِک آگ سی تھی چار طرف شعلہ فشاں برق وہ برق کہ خود مانگتی تھی اس سے اماں برق
یاں موج تو واں سیل جو یاں ابر تو واں برق منہ زہر بہ سرکش قہر بدن آگ زباں برق
سرکش تھا جو ناری یہ جلاتی تھی اُسی کو
لوہے پہ بھی گرتی تھی تو کھاتی تھی اُسی کو
اٹھ کر کبھی ٹھیری کبھی لچکی کبھی چمکی سر گر گئے گردن جدھر اس تیغ نے خم کی
سیدھی صفِ دشمن کو ملی راہ عدم کی سیفی تھی کہ گویا دمِ شمشیر پہ دم کی

دم بھر میں صفیں صاف تھیں بیدادگروں کی
تھی مینہ کی طرح خاک پہ بوچھار سروں کی

تھا صورتِ آئینہ تمام اس کا بدن صاف — خوں پیتی تھی پر دیکھو تو منہ صاف دہن صاف
چلتی تھی جو سن سن تو نکلتا تھا سخن صاف — ہوں میں تو وہ جاروب کہ کر دیتی ہوں رن صاف
نا اہل ہیں نامرد ہیں ناپاک ہیں اعدا
میں برقِ غضب ہوں خس و خاشاک ہیں اعدا

چم خم سے ہلالِ فلکِ نیلوفری تھی — مارا تھا ہزاروں کو مگر خوں سے بری تھی
شوخی تھی نئی اور نئی جلوہ گری تھی — تھی تیغ کہ قبضہ میں سلیماں کے پری تھی
اک آگ لگی وار جدھر چل گیا اُس کا
جو آگیا سایہ میں بدن جل گیا اُس کا

انیس

۹۲- تلوار

یاں شور وہاں غل اِدھر آئی اُدھر آئی — وہ چمکی وہ تڑپی وہ چھپی وہ نظر آئی
وہ تیر گئی خود میں وہ سر میں در آئی — گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی
سن اس کا گھٹا تھا جو دلیرانہ بڑھا تھا
منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اس کے چڑھا تھا

چمکی جو خود سر پہ تو سر سے نکل گئی — شانہ پہ جو پڑی تو جگر سے نکل گئی

سینے میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی حیراں تھا خود بدن کہ کدھر سے نکل گئی
جلد ۳

اونچی ہوئی تو فرقِ عدو کو فرد کیا
گر کر اٹھی تو راکب و مرکب کو دو کیا

دبیر

۹۳- پن چکی

نہر پر چل رہی ہے پن چکی دُھن کی پوری ہے کام کی پکّی
بیٹھتی تو کبھی نہیں تھک کر تیرے پہیہ کو ہے سدا چکّر
پانی ہر وقت بہتا ہے ڈھل ڈھل جو گھماتا ہے آکے تیری کل
کیا تجھے چین ہی نہیں آتا کام جب تک نبڑ نہیں جاتا
مینہ برستا ہو یا چلے آندھی تو نے چلنے کی شرط ہے باندھی
پیسنے میں نہیں لگی کچھ دیر تو نے جھٹ پٹ لگا دیا اِک ڈھیر
لوگ لے جائیں گے سمیٹ سمیٹ تیرا آٹا بھرے گا کتنے پیٹ
بھر کے لاتے ہیں گاڑیوں میں اناج شہر کے شہر ہیں ترے محتاج

تو بڑے کام کی ہے اے چکّی
دُھن کی پوری ہی کام کی پکّی

اسمٰعیل

تمام شد

مناظر قدرت

جلد سوم

ضمیمہ

شعرا اور اُن کا کلام

استدعا:۔ ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب اُن سے مطلع فرمائیں گے تو باعثِ شکرگذاری ہوگا

(۱) احسن لکھنوی:۔ سید مہندی حسن صاحب

(۱۰) اندھی پھول والی کا گیت

ضمیمہ جلد۳

صفحہ

(۳) اسمٰعیل :- **مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم**

ولادت ۱۸۴۲ء وطن میرٹھ وفات ۱۹۱۷ء مدفن میرٹھ

صفحہ

(۱۲) جوش:۔ شبّیر حسن خاں صاحب رئیس ملیح آباد

ولادت ۱۸۹۴ء

(۱۳) حالی:۔ خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۷ء وطن پانی پت وفات ۱۹۱۴ء مدفن پانی پت

(۱۴) حفیظ:۔

وطن جون پور

(۱۵) خاتون:۔ مرحومہ صاحبزادی نواب مزمل اللہ خاں صاحب بہادر

وطن ریاست بھیکم پور ضلع علی گڈھ وفات ۱۹۲۰ء

(۱۶) داغ:۔ نواب مرزا خاں صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۱ء وطن دلّی۔ وفات ۱۹۰۵ء مدفن حیدرآباد دکن

ضمیمہ جلد ۳ — صفحہ

(۳۵) وجاھت:- سیّد وجاہت حسین صاحب

وطن جھنجھانہ

(۳۶) وحید:-

وطن لکھنؤ

(۳۷) ھادی:- سیّد محمّد ہادی صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء - وطن مچھلی شہر

فہرست

پروفیسر الیاس برنی

کے

تالیفات و تراجم

پروفیسر الیاس برنی کے تالیفات و تراجم

(۱) سلسلۂ دعوتِ صدق

(۱) **اسرارِ حق** - آیاتِ قرآنیہ - احادیثِ نبویہ ارشاداتِ صدیقین و کابرِ من رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور اُن کے مقابل یورپ کے جدید سائنس اور فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لب لباب خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے -

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نا رسائی اور احساس ایمان بالغیب اسلام میں علمِ باطن توحید اور اس کے مقامات - احدیت کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت - نبوت اور ولایت کے مراتب - کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارفِ متعلقہ - ایک نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشیں ہو جاتا ہے - اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ

عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِينَ ○ (پ ۲۴)

جن علوم کو اللہ جل شانہٗ صدقؔ اور جن عالموں کو صادقین و صدیقین سے تعبیر فرماتا

ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں، اس کی تحقیق

اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے جو قابل دید ہے۔ حجم

تقریباً ... صفحہ مجلد قیمت صرف مبلغ ہے، پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ دوسرا

ایڈیشن بعد نظرِ ثانی و اضافۂ مضامین عنقریب طبع ہو کر شائع ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه

(۲) مشکات الصلوٰت - اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی شانِ اقدس میں علماء عظام اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے

جو صلوٰۃ و سلام عرض کئے ہیں۔ وہ اسلامی معارف اور عربی ادب کا بہترین سرمایہ

گویا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی الہامی تفاسیر ہیں۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی معنوی تصاویر ہیں۔ ان کو مطا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عظمت اور محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ ان

کے ورد سے باشاء اللہ نسبتِ محمدی کا فیضان جاری ہوتا ہے اور دین کی نعمتو

کا دروازہ کھلتا ہے۔

یہ بے بہا ذخیرہ بعض قدیم مجموعات مثلاً دلائل شریف وغیرہ میں فراہم کیا گ

تاہم اس کا بہت سا حصہ متفرق رہ گیا۔ بفضل الٰہی ایک جدید مجموعہ تیار ہوا ہے جس میں اکابر دین کے اکثر درود شریف بڑی تجسس و تحقیق سے بترتیب خاص جمع کئے ہیں۔ غالباً اب تک صلوٰۃ و سلام کا کوئی مجموعہ اس قدر وسیع اور محیط شائع نہیں ہوا۔ فدائیان رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔ طباعت بھی انشاء اللہ بہت پاکیزہ اور دیدہ زیب ہوگی۔ اہتمام درپیش ہے۔ اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔

(۱۴) **ہدایت الاسلام** ۔ تمدنِ حاضرہ کی بدولت جوں جوں معاشی اور سیاسی مصروفیت بڑھ رہی ہے۔ دین کی ضروری ضروری معلومات حاصل کرنے کا موقعہ بھی بمشکل نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ عام طور پر جدید تعلیم یافتہ حضرات شعائر اسلام سے اس درجہ ناواقف ہیں کہ کسی عبادت یا مذہبی تقریب میں کبھی شرکت کا موقع آتا ہے تو ظاہری تقلید بھی اُن کے واسطے دشوار ہو جاتی ہے لامحالہ دل میں ندامت ہوتی ہے۔ جگ ہنسائی ہوتی ہے۔

اسی تعلیم یافتہ طبقہ کی خاطر ایک مختصر اور مستند مجموعہ ترتیب دیا ہے اس میں اسلامی عبادات و تقریبات کے تمام ضروریات ادعیہ وغیرہ جن سے روزمرہ سابقہ پڑتا ہے یا پڑ سکتا ہے۔ بترتیب خاص جمع ہیں۔ عربی متن کے

ساتھ اردو ترجمہ بھی درج ہے - اس کے مطالعہ کے بعد اسلامی عبادات اور اسلامی اخلاق و آداب سے بخوبی واقفیت ہو جاتی ہے - کسی موقع پر حیرانی و پریشانی کا احتمال باقی نہیں رہتا - جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس مجموعہ کی بالخصوص ضرورت ہے - چھوٹی تقطیع طباعت پاکیزہ (زیر طبع)

(۴) **فتوح الحکم** - یہ ایک جدید تالیف ہے - قطب الربانی غوث الصمدانی محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کے بہت سے ارشادات فتوح الغیب میں اور خطبات فتح الربانی میں مرتب اور محفوظ ہیں - لیکن ان کے علاوہ بھی حضرت کے ارشادات، خطبات اور قصائد کا بہت سا بے بہا ذخیرہ مختلف کتب میں منتشر ہے - بفضلہ بعض قدیم قلمی نسخوں کا بھی پتہ لگا ہے جو اب تک طباعت و اشاعت سے مستغنی رہے ہیں - اِنْ شَاءَ اللہُ الْعَزِیْز یہ تمام نعمائے دینیہ خاص اہتمام سے مومنین کے واسطے عنقریب مہیا ہو جائیں گے - تالیف کا سلسلہ جاری ہے اس کے بعد طباعت و اشاعت ہے - اِنْ شَاءَ اللہ - وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ

(۵) **فتوحات قادریہ** - حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے تمام اذکار و اوراد ادعیہ اور وظائف خاص تحقیق سے فراہم کیے ہیں - سلوک قادریہ کا اصلی مرقع ہے - طالبین کے واسطے بڑی نعمت ہے - یہ مجموعہ خاص اہتمام سے

طبع ہو کر جلد شائع ہو گا۔ اِنشاءَ اللہ

(۶) **مکاتیب المعارف** ۔ مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب قبلہ چشتی القادری مدظلہ العالی کے مکتوبات شریف کا مجموعہ۔ حقائق قرآنی اور تعلیم ربانی کا عجیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ایمان واعتصام کی عظمت دل میں بیٹھتی ہے۔ اہل ایمان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ عجب فیوض وبرکات ہیں بالفعل ترتیب ہو رہی ہے عنقریب اشاعت ہو گی۔ انشاءاللہ حجم تخمیناً ۰۰ ہ صفحہ

(۷) **صراط الحمید یعنی سفرنامۂ مقاماتِ مقدسہ** ۔ عراق، شام، فلسطین و حجاز۔ ان چاروں اسلامی ممالک کے گوناگوں چشم دید حالات۔ نہایت دلچسپ و مفید معلومات سیر و سفر کے مفصل ہدایات۔ راہ منازل کے مکمل نقشہ جات غرض کہ سیاحت کے تمام ضروریات بالتفصیل مذکور ہیں۔

اکثر مقدس مقامات مثلاً بغداد شریف۔ کربلائے معلی۔ نجف اشرف کاظمین شریفین۔ سامرہ شریف۔ دمشق۔ بیت المقدس بیت اللحم۔ خلیل الرحمٰن ان سب کے متبرک زیارات و روایات۔ اولیائے کرام کے علمی فتوحات تالیف و تصنیفات۔ سب کچھ بالتفصیل موجود ہے۔

سب سے بڑھ کر مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے تفصیلی مشاہدات! اسلامی

احساسات۔ بارگاہ اقدس کے انوار و برکات۔ فیوض و انعامات بیت اللہ شریف کی دینی تحقیقات فریضۂ حج کے تمام تفصیلات یعنی احکام و مسائل۔ طور و طریق ادعیہ و صلوات بہ ترتیب و تفہیم خاص کہ پھر کچھ دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے اور حج تمام و کمال بحسن و خوبی ادا ہو جائے بفضل اللہ تعالیٰ۔

سفرنامہ میں جابجا قرآنی معارف اور ایمانی نکات۔ وہبی واردات روابط قلبی کے نازک اشارات۔ عبارت کی لطافت گویا آب حیات کہ پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے دل کو عقیدت و محبت کا مزہ ملتا ہے۔ مزید برآں خاص خاص زیارات کی ایک درجن قابل دید عکسی تصویرات کہ شنید میں دید کا لطف آجائے۔ گویا آنکھوں میں نقشہ پھر جائے ضمنی طور پر بمبئی۔ کراچی بصرہ حلب حمص حماۃ بیروت حیفہ قنطرہ سویز ینبوع۔ جدہ اور کامران ان مقامات کا بھی ضروری حال درج ہے اور مسافروں کو جہاں جو جو صورتیں پیش آتی ہیں وہ بھی واضح کر دی ہیں کہ وقت پر حیرانی و پریشانی نہ ہو نا واقفیت سے کچھ زیر بار ی نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ عامۃ المومنین اور بالخصوص حجاج و زائرین کے واسطے یہ سفرنامہ واقعی بڑی نعمت ہے گھر بیٹھے زیارات کا لطف آتا ہے سفر میں نہایت ہمدرد رفیق اور واقف کار معلم کا کام دیتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے پھر کسی کی محتاجی نہیں رہتی ان خوبیوں کی بدولت شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ جا رہا ہے طباعت پاکیزہ حجم ۲۵۰ صفحہ قیمت صرف عہ

(۲) سلسلہ منتخبات نظم اُردو

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی پارینہ داستان ہے۔ مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ اُردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اردو کے تقریباً دو سو قدیم و جدید نامور شعرا کا بہترین کلام نہایت عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ بارہ مستقل جلدوں میں پیش کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھ کر اُردو شاعری کی وسعت و رفعت پر حیرت اور مسرت ہوتی ہے۔ دوسری زبانوں میں اس سلسلے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ادب اردو کا عجیب دل فریب اور نادر تحفہ ہے۔ جس کی بڑے بڑے ادیب اور نقاد سخن داد بلکہ مبارکباد دیتے رہے ہیں۔ اُردو خواں حلقوں میں اس سلسلے کی خاصی دھوم مچ گئی ہے اور اس کی مقبولیت روزافزوں ہے۔ الحمد للہ

یہ سلسلہ یوں تو سنہ ۱۹۱۹ء سے بتدریج شائع ہو ہو کر ہاتھوں ہاتھ چلتا رہا لیکن سنہ ۱۹۲۴ء میں اس کی بارہ جلدیں اضافہ مضامین اور جدید ترتیب کے ساتھ از سرِ نو شائع کی گئیں اور یہ اُن کی مستقل شکل قرار پائی تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلا سٹ

معارفِ ملّت

جلد اوّل ۔ متعلّق دینیات یعنی حمد نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں جن میں دین وایمان کی خوشبو مہکتی ہو ۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہو ۔

جلد دوم ۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی ۔ حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی ہیں خاص کر واقعہ کربلا کے ۱۵ جگر دوز نشتر لذتِ شہادت تازہ کر دیتے ہیں ۔ اسلامی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہو ۔

جلد سوم ۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہو اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابلِ دید ہیں ۔ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہو ۔

جلد چہارم ۔ متعلق اخلاقیات یعنی اردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم

کر دیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل

تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دوسرا سٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل ۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میر تقی میر اور مرزا رفیع سو

کلام کا مربوط اور جامع انتخاب ۔ یہ کتاب کالج کی اعلیٰ جماعتوں

درس کے قابل ہے۔

جلد دوم ۔ اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالب اور اُس کے خاص ہم عص

ہم رنگ شعرا ذوق ۔ ظفر اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب

کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم ۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخا

اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔

جلد چہارم ۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعرا کے کلام کا دل کش انتخاب

شاعری کے جدید دور کا اس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل ۔متعلق اوقات ۔یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسمِ گرما، سرما، برسات اور بہار کے دل کش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھ کر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دل فریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم ۔متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت باغات، شہر اور عمارات ۔شاعروں نے ان سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے اُن کی سیر کر رہے ہیں۔

جلد سوم ۔متعلق نباتات وحیوانات یعنی پھول پھل، کیڑے، پتنگے، تتلیاں چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ ۔ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشیاءِ قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے ۔اور مشاہدات میں کہاں تک

جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم متعلق عمرانیات یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم ورواج، عید تیوہار غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں جلسے، کھیل تماشے، وضع لباس صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیش نظر ہو کر دل کو بےچین کر دیتے ہیں۔ مناظر قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

غرض کہ شعروسخن کا عجب دل کش انتخاب ہے۔ شریف اور مہذب گھرانوں میں لڑکوں لڑکیوں، مردوں، بیبیوں اور بڑے بوڑھوں کی خوش وقتی اور تفریح طبع کے لئے اس کے مطالعہ سے بہتر کوئی مشغلہ ملنا مشکل ہے شاید ہی کوئی علم دوست گھر اس سلسلے سے محروم رہنا گوارا کر سکے۔ کل بارہ ۱۲ جلدیں خوش خط خوش قطع، خوش نما مجلد قیمت فی جلد صرف ایک روپیہ۔

(۲) **جواہر سخن** ۔فارسی شاعری کا بہترین کلام ایک جدید اصول پر زیر ترتیب ہے انشاءاللہ بہت دل کش اور دلپذیر ہوگا۔ عنقریب شائع ہوگا۔

(۳) سلسلۂ معاشیات

(۱) **علم المعیشت** - جدید مغربی علم اکنامکس (Economics) پر اردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے جس میں مشکل معاشی اصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف نئے نئے مضامین بخوبی ذہن نشین ہوتے ہیں بلکہ خاصی دماغی تفریح حاصل ہوتی ہے۔ خوبیٔ مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ لطف یہ کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اکنامکس کے متعلم بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کے ہوتے ہوئے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال جو خود بھی معاشیات کے عالم ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اردو زبان پر ایک احسانِ عظیم ہے اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل"۔ بسلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن) تیسرا اڈیشن بنظر ثانی حال میں شائع ہوا ہے۔ حجم تقریباً ۵۰۰ صفحہ قیمت ؎ ۔

(۲) **اصول معاشیات** - پہلی کتاب علم المعیشت عام و خاص قارئین

کے واسطے نہایت سہل اور سلیس پیرایہ میں لکھی گئی۔ لیکن خاص طلبہ کے واسطے کسی قدر دقیق اور دشوار مباحث کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مضامین میں کافی رد و بدل اور تخفیف و اضافہ کر کے یہ یگانہ نصابی کتاب تیار کی گئی۔ دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔ خوش نما جلد۔ تقطیع کلاں حجم ۱۰۰ صفحہ۔ قیمت ۱۱ آ

(۳) **معیشت الہند**۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی اصلاح و ترقی کے واسطے فی زماننا از حد ضروری ہے۔ کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ علم المعیشت اور اصول معاشیات میں جو نظری مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے اُن کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہے۔ خاص کر زر (کرنسی)، بینک اور تجارت خارجہ جیسے اہم مباحث قابل دید ہیں۔ یہ بھی بلا مبالغہ اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی جامع اور مستند کتاب ہے۔ مدت سے شائقین کو انتظار تھا الحمدللہ کہ دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شایع ہو گئی۔ تقطیع کلاں حجم تقریباً ۵۰۰ صفحہ

(۴) **مالیات**۔ پبلک فنانس (Public Finance) پر اردو میں سب سے پہلی جامع اور مستند کتاب ہے۔ مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے

ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرایع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل اور مخارج کا انتظام کس نہج پر قایم ہے۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور ان کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہے۔ یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر عملی پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے مالی نظام کو بالتفصیل بطور مثال پیش کیا ہے۔ تنقیح اور تنقید کی ہے خاص کر ہندوستان کے قومی رہبروں اور رئیسوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہے (زیر تالیف)

(۵) **مقدمۃ المعاشیات** ۔ مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب "انٹروڈکشن ٹو اکنامکس" (Introduction to Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ۔ جس میں معاشیات کے ابتدائی اصول و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ تقطیع کلاں۔ حجم تقریبا ۳۰۰ صفحہ مجلد۔ دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

(۶) **معاشیات ہند** ۔ مسٹر پرمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب "انڈین اکنامکس" (Indian Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ تقطیع

کلاں حجم تقریباً ۳۰۰ صفحہ مجلد۔ دار الترجمہ سرکار عالی حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

(۷) **برطانوی حکومت ہند**۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا British Administration in India کا سلیس اور با محاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا نظام و طریق بیان کیا گیا ہے۔ تقطیع کلاں حجم تقریباً ۲۰۰ صفحہ۔ مجلد۔ دار الترجمہ سرکار عالی حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

کتابیں ملنے کے حسب مقام :۔

(۱) حاجی محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی۔ علی گڑھ

(۲) شیخ مبارک علی صاحب۔ تاجر کتب۔ لہاری دروازہ لاہور

(۳) مکتبہ جامعۂ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی

(۴) مکتبۂ ابراہیمیہ۔ اسٹیشن روڈ۔ حیدر آباد۔ (دکن)

PROFESSOR ELYAS BURNY'S
Other Urdu Works.

---

1. **Ilmul-Maeeshat**—On principles of Economics popular editon—about 900 pages.

2. **Usul-e-Maashiyat**—On principles of Economics—Student edition—about 600 pages.

3. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics about 850 pages.

4. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pages (under preparation).

5. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation of Moreland's Introdution to Economics.

6. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.

7. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**—Translation of Anderson's British Administration in India.

8. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pages.

9. **Sirat-ul-Hameed**—Pilgrims' Guide Book in Iraq, Syria, Palestine and Hedjaz. Illustrated— 250 pages.

Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and guage the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,

Osmania University,

December, 1924. *Hyderabad (Deccan).*

Set II.

JAZBAT-E-FITRAT (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ...Selections from the works of the two old and premier poets Mir andSauda.

Volume II ...Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III ...Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV ...Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III.

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ...Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainyseason, Winter, Summer and Spring.

Volume II ...Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and

an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been published in their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows:—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT (Problems of Community).

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion: A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

SELECTED URDU POEMS SERIES.

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such